مضمون

صفحہ

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم !أما بعد

اسلام اللہ تعالیٰ کا پیارا اور پسندیدہ دین ہے اور اس دین سے انسانوں کو برگزشتہ کرنے کی سازشیں کوئی نئی نہیں ہیں یہ تو عہد نبوت سے ہی شروع ہوگئی تھیںاوران سازشوںمیں پیش پیش اہل کتاب یعنی یہود ونصاری تھے جنکے بارے میں قرآن نے فرمایا :

قُلْ ہَلْ أُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّن ذٰلِکَ مَثُوبَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ط مَنْ لَّعَنَہُ اللّٰہُ وَغَضِبَ عَلَیْہِ وَجَعَلَ مِنْہُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ط أُوْلٰئِکَ شَرٌّ مَّکَاناً وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیلِ۝

(سورۃالمآئدہ ،آیت:60)

''کہو کیا میں بتاؤ ںتم کو کہ کون زیادہ برے ہیں ان سے بھی انجام کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک ؟ وہ جن پر لعنت کی اللہ نے اور غضب ٹوٹا (اس کا) ان پر اور بنادیا ان میں سے بعض کو بندر اور سورجنہوں نے بندگی کی طاغوت کی یہی لوگ بدتر ہیں درجے میں''

ان ہی لوگوں نے عہد نبوت میں اسلام اور کفر کے بین بین ایک عقیدئہ نفاق وضع کیا جو''مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ لاَ الٰی ہٰؤُلاَ ئِ وَلاَ الٰی ہٰؤُلاَئِ'' کی تصویر تھے ۔ ان باطل اہل کتاب نے نبی ﷺ کے فیصلے کو بھی ماننے ک لئے یہ شرط لگائی

''اِنْ أُوْتِیْتُمْ ہٰذَا فَخُذُوْہُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُواْ ط '' (سورۃ المآئدہ ،آیت:41)

''کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم)دیا جائے تو اسے قبول کرلو اور اگر یہ نہ دیا جائے تو بچ کے رہو''۔

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سازش کو ان کے الفاظ میں بے نقاب کیا :

وَقَالَتْ طَّآئِفَة مِّنْ أَہْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُواْ بِالَّذِی أُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُواْ وَجْہَ النَّہَارِ وَاكْفُرُواْ اٰخِرَہٗ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُونَ o (سورۃ آل عمران ،آیت 72)

"یہ لوگوں کو یہ کہہ کر نبی ﷺ کی محفل میں بھیجتے تھے کہ اس نبی پر اترنے والی شریعت پر صبح کو ایمان لے آؤ اور شام کو انکار ی ہوجاؤ تاکہ تمہاری اس حرکت سے دوسرے لوگ بھی اس دین سے پھرجائیں "۔ یہود چونکہ اہل کتاب تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد جب مرتد ہوجائیں گے تو لوگ سوچیں گے کہ واقعی اگر یہ دین سچا ہوتا تو یہ یہود اس سے کیوں نکلتے ؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا بھانڈا بیچ چوراہے میں ہی پھوڑ دیا ۔

جس قوم نے اپنے پیغمبر موسٰی علیہ السلام سے یہ کہا ہوکہ:

" فَاذْہَبْ أَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلاَ إِنَّا ہٰہُنَا قَاعِدُوْنَ" (سورۃالمآئدُ آیت 24)

"(اے موسٰی)تم اور تمھارا رب جا کر دونوں ہی لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے "

اسی طرح سیدنا عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں نے یہ مطالبہ کردیا۔

"یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ہَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ أَن یُنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ" (سورہ المائدہ،آیت 112)

"اے عیسیٰ ابن مریم !کیا آپ کا رب ا یسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل کرے "

اب بھلا اس قوم سے خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے ۔ کتاب "اسلام کے مجرم "ایسے ہی ابلیسانِ مغرب کی تخلیق ہے جس کا کامیاب جواب ہمارے دوست محمد حسین صاحب(حفظہ اللہ)نے "اسلام کے مجرم کون؟ "کے نام سے دیا ہے اور ہر ہر اعتراض کا کافی وشافی رد کیا ہے اگرچہ اس پر مزید بہت کچھ کہنے اور لکھنے کی گنجائش ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث کا علم ایک سمندر ہے لیکن "فللہ الحجۃ البالغۃ" کے مصداق "فالذین کفروا حجتھم داحضۃ عندربھم "کے جواب کے لئے" فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ"ہے "واللہ الموفق وھوالھادی لی سواء السبیل وصلی اللہ علی النبی محمد وآلہ وصحبہ أجمعین"

محمود احمد حسن

(شیخ الحدیث جامع ستاریہ اسلامیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حق وباطل کی کشمکش ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی ۔ان کا باہمی ٹکراؤ ہر دور میں ہوتا رہے گا ۔ اس ٹکراؤ کے بعد ہی واضح ہوتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کسے کہا جاتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے دور میں اس کا مقابلہ یا مخالفت کرنے والا کوئی نہ کوئی فرد یا افراد ہوتے تھے مگر آخر کار فتح حق کی ہوتی ہے اور شکست باطل کا مقدر ٹھرتی ہے ۔اس لئے کہ اللہ کا قانون ہے کہ

''بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُہ فَإِذَا ہُوَ زَاہِق وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

(سورہ الانبیآئ، آیت:18)

''بلکہ ہم حق کو باطل سے ٹکراتے ہیں تو وہ(حق) باطل کاسر کچل دیتا ہے پس باطل مٹنے والا ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو وہ تمہارے لئے تباہی ہے ''

آیت میں ''نَقْذِفُ '' مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ ٹکراؤ جاری ہے اور جاری رہے گا ۔انبیاء کے مخالفین ہمیشہ عذاب الٰہی کا شکار ہوتے تھے اور انبیاء کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کرتا تھا۔ سلسلہ انبیاء منقطع ہونے کے بعد یہ معرکہ اب علمائے حق اور علمبرداران باطل کے درمیان جاری ہے حق تو ہمیشہ سے ایک ہی طرح کا رہا ہے یعنی اللہ کی طرف سے آنے والی وحی کی صورت میں جواب ہمارے پاس قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ کی صورت میں موجود ہے جبکہ باطل نے ہر دور میں شکل وصورت تبدیل کی ہے مگر باطل جس شکل میں سامنے آیا حاملین حق نے اس کا ہر میدان میں مقابلہ کیا اسلام کے خلاف سازشوں کا آغاز اس وقت ہوگیا تھا جب اس میں فرقے بننے شروع ہوئے تھے۔ جو لوگ اسلام اورمسلمانوں کامقابلہ نہیں کرسکتے تھے انھوں نے اس کے خلاف خفیہ سازشیںکییںا بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے رکھا مگر باطن سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کیں۔ سب سے پہلے اس دین کو علوی،عباسی ،فاطمی ،رافضی (موجودہ شیعہ)،خوارج وغیرہم مذاہب وسیاسی گروہوں میں تقسیم کیا گیا اس کے بعد حنفی ،شافعی ،حنبلی ،مالکی بنے ،اور تصوف کے فرقے چشتیہ ، قادریہ،نقشبندیہ،سہروردیہ وغیرہ وجود میں آئے ۔پھر برصغیر میں مزید فرقے مثلاً قادیانی ،چکڑالوی ، پرویزی ،ذکری فکری وغیرہ پیدا ہوئے ۔جیسے جیسے فرقے پیدا ہوتے رہے اس کے ساتھ ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے علماء بھی میدان میں آتے رہے۔ فتنہ قادیان اور فرقہ اہل قرآن کے مقابلہ کے لئے ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ آئے برصغیر میں فتنہ انکار حدیث جس کا آغاز سرسید احمد خان سے ہوا اور پھر عبداللہ چکڑالوی ،اسلم جیراج پوری ،غلام احمد پرویز، ڈاکٹر عبدالودوداور عبداللہ خطیب وغیرہ نے اس کو پروان چڑھایا۔ خاص کر ایوب خان کے دور میںغلام احمد پرویز کے دروس جب ریڈیوپاکستان سے نشر ہونے لگے تو اس فتنہ کو مزید فروغ حاصل ہوا۔ خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو علمِ دین سے جان چھڑانا چاہتاتھا وہ پرویز کی تصانیف سے بہت متاثر ہوا۔ ان متاثرین میں ایک مشہور نام ڈاکٹر شبیر احمد آف فلوریڈا کا ہے جو ایک عرصے تک پاکستان کے اخبارات میں کالم لکھتے رہے اوراپنے کالموں کے مجموعے دستک ۔1۔میںلکھتے ہیں کہ جب میری تحریر میں غلام احمد پرویز کا رنگ جھلکنے لگا تو مجھ پر پابندی لگادی گئی ۔اخبار نوائے وقت کے ہفتے وار فیملی میگزین میں کالم لکھتے رہے اور اس میں زیادہ تر کوشش یہ ہوتی تھی کہ غلام احمد پرویز کے افکار عام کردئیے جائیں ۔ان کی اکثر تحریروں میں سب سے زیادہ اعتراضات احادیث رسول اللہ ﷺ پر ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ پرویز کا مشن ہی آگے بڑھارہے ہیں۔ باطل کے ان علمبرداروں کا مقابلہ کرنے کے لئے

آج بھی ثناء اللہ امر تسری کے نقش قدم پر چلنے والے اہلحدیث علماء اس مشن کو بحسن وخوبی جاری رکھے ہوئے ہیں ۔ ان مخلص اور محبت حدیث سے سرشار علماء میں ایک نام جناب محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کا ہے جنھوں نے دفاع حدیث فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھنے کے بعد سے اس میدان میں تبلیغی طور پر نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں ۔ ان کے علمی اور مدلّل دروس سے سامعین کو دلی تسلی وتشفی ہوتی ہے اور کافی حد تک لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کئے گئے شبہات کا ازالہ ہوتا جارہا ہے۔ پیش نظر کتاب ''اسلام کے مجرم کون؟''محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کی تصنیفی صلاحیتوں کا مظہر ہے جس میں مصنف نے ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' میں احادیث پر اعتراضات کے جوابات مدلّل انداز سے دئیے ہیں ۔ محمد حسین میمن نے دفاع حدیث کے لئے جس مشن کا آغاز کیا ہے اور جو تاحال کامیابی سے جاری ہے اس میں ان کا ساتھ دیا جانا چاہئے خصوصاً اہل مدارس کو ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا چاہئے ۔اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مصنف، ناشراورمعاونین کے لئے ذخیرئہ آخرت بنائے اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے دفاع کے لئے اسکو اہم ذریعہ بنائے (آمین)

عبدالعظیم حسن زئی

(استاد ،جامعہ ستاریہ اسلامیہ

گلشن اقبال ،کراچی)

(معاون مدیر ،صحیفہ

اہلحدیث کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(اشاعت دوم)

الحمد للہ رب العالمین والصلاة والسلام علٰی سیدالأنبیاء والمرسلین وعلٰی آلہ وأصحابہ وأزواجہ وذریتہ أجمعین۔

أما بعد !

دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سب سے پہلے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہربات پر سر تسلیم خم کیا جائے اور اپنے نظریات اور افکار کو شریعت (وحی) کے تابع کردیا جائے ۔اگر ہم ان گمراہ فرقوں کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے ان گمراہ فرقوں نے اپنے اپنے نظرئیے قائم کئے اور ان نظریوں پر محنت کی گئی

جوصریح طور پر اسلام کے خلاف ہوتے ہیں ۔لیکن ان کے ان مقاصد میں
جو گمراہی کا سب سے بڑا پہلو تھا وہ ہے'' اسلام کو اپنی عقل پر
پرکھنا اور اپنے نظرئیے کے مطابق بنانا ''۔جب بھی انسان شریعت کو
اپنی عقل کے تابع کرنے کی کوشش کرے گا یقینا وہ گمراہ ہوجائے گا۔
کیونکہ انسانی عقل محدود ہے۔ اور شریعت لامحدود ۔ محدود میں
لامحدود سما جائے یہ ناممکن ہے۔ ۔دین اسلام کو عقل پر پرکھنا ہی
گمراہی کاسب سے بڑا دروازہ ہے۔ جس میں آدمی داخل ہونے کے بعد
اپنے خالق ومالک کا انکار کردیتا ہے۔۔ لازمی سی بات ہے کہ جب وہ اپنی
ناقص عقل سے رب تعالیٰ کی باتوں کو پرکھے گا گمراہ تو ہونا ہی ہے۔
مثلاً ابلیس ہی کو دیکھیں اس نے بھی اللہ کے حکم کو صرف اور صرف
اپنی عقلِ نارسا کی وجہ سے ٹھکرایا ۔جب ابلیس کو اللہ تعالی نے آدم
علیہ السلام کو سجدے کا حکم دیا تو بجائے اس کے کہ وہ اللہ کے حکم
پر اپنے آپ کو پیش کردیتا ،اس نے اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے کہا
کہ
'' أَنَا خَيْر مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَہ مِنْ طِیْنٍ'' (الاعراف آیت:12)
''میں اس آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے''۔
یعنی میں آدم سے بہتر ہو ں کیونکہ مٹی تو حقیر ہے۔ پیرو ں میں آتی
ہے۔ اور آگ اس سے افضل ہے۔ کیونکہ آگ کا دھواں آسمانوں کی طرف
بلند ہوتا ہے۔۔حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر ہممٹی کے
فوائد کا تجزیہ کریںتو اس میں آگ کی بنسبت کئی گنا زیادہ فوائد ملیں
گے اور ابلیس کا یہ قیاس بھی باطل ہوا جو اس نے اللہ کے حکم کے
خلاف استعمال کیا اسی وجہ سے اہل علم کا کہنا ہے۔ کہ
''أول من قاس فی مقابلة النص ائبلیس''
''پہلا شخص جس نے نص کے مقابلے میں قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔''
اسی طرح چارلس ڈارون پہلا مغربی مفکر ہے۔ جس نے انسان کی تخلیق
کے مسئلے میں نظریہ ارتقاء (جو ایک دھوکا ہے۔) پیش کیا وہ کہتا تھا کہ
آج سے دو ارب سال پیشتر سمندر کے ساحل کے قریب پایاب پانی کی
سطح پر کائی نمودار ہوئی پھر اس کائی کے کسی ایک ذرے میں کسی
نہ کسی طرح حرکت پیدا ہوئی یہی اس دنیا میں زندگی کی پہلی
نمود تھی۔ اس جرثومے سے بعدمیں نباتات اور مختلف شکلیں وجود میں
آئیں ۔پھر حیوانات وجود میں آئے اور بالا خر بندر کی نسل سے انسان
پیداہوئے۔۔اندازہ کریں ڈارون اپنی عقلِ نارسا سے جو خلاف شریعت تھی
اندھے کنویں میں جا گرا اور یہ گمراہ کن نظریہ اس کو اس طرف لے
گیا کہ اس نے اپنے خالق و مالک کا بھی انکار کر دیا۔اس انکار کی وجہ
کیا تھی؟
صرف یہ کہ شریعت کے مقابلے میں اپنی عقل کو غلط استعمال
کرنایقینا یہی سب سے بڑی حماقت ہے۔۔قرآن کریم اس عقل کو جو
وحی کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھاتی حیوانی سطح کی عقل سے بھی
فروتر قرار دیا ہے۔ ۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ :

''اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لاَ یَعْقِلُوْن ''

''یقینا بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیںجو بہرے ہیںگونگے ہیںجو عقل نہیں رکھتے (عقل سے بالکل ہی پیدل ہیں)اور ذرابھی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔''

(سورۃالا نفال آیت:22)

دوسرے مقام پر ارشار ہوتا ہے:

'' وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَہَنَّمَ کَثِیْراً مِّنَ الْجِنِّ وَالِنْسِ لَہُمْ قُلُوْب لاَّ یَفْقَہُوْنَ بِہَا وَلَہُمْ أَعْیُن لاَّ یُبْصِرُوْنَ بِہَا وَلَہُمْ آذَان لاَّ یَسْمَعُونَ بِہَا أُوْلَئِکَ کَالأَنْعَامِ بَلْ ہُمْ أَضَلُّ أُوْلَئِکَ ہُمُ الْغَافِلُوْنَ''۔

''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں ہان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیںلیکن ان سے دیکھتے نہیںاور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں ،یہ لوگ چو پایوں کی طرح ہیں ،بلکہ ان سے بھی بدتر(اورگمراہ) ہیں یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں'' (سورۃ الاعراف،آیت: 179)

آیت مبارکہ میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل بھی ہیں آنکھیں بھی ہیں کان بھی ہیں ،یعنی ہر طرح کی صلاحیت موجود ہے لیکن اس کے باوجود جانوروں سے بد تر ہیں ہکیونکہ وہ عقل و شعوررکھنے کے باوجود بھی وحی کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ہلہٰذا یہ عقل اور شعورسب بے کار ہے۔

قارئین کرام!یقینا اللہ تعالیٰ عقل استعمال کرنے کا حکم قرآن کریم میں کئی مقامات پر دیتا ہے لیکن کس موڑ پر؟یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ عقل کے ذریعے سے اس بات پر غور کرے کہ سورج اورستارے وغیرہ کیسے روشن ہیں ؟زمین اور آسمانوں کا بنانے والا کون ہے؟آسمان بغیر ستون کے کیونکر قائم ہے؟اور اس غور وفکر کے نتیجے میںوہ بے اختیار پکار اٹھے :''رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً ''(اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے فائدہ نہیں بنایا)اس طرح اس خالق حقیقی کی رہنمائی ہوگی کہ وہ رب کا اقرار کرلے اور اسے اپنا خالق ومالک مان لے اور اس کی ہر بات کو تسلیم کرے خواہ وہ ماورائے عقل ہو،یعنی اپنی عقل کو شریعت کے تابع کر دے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے سیدناابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لئے ان شاء اللہ کافی اور شافی ہو جائے گا ۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ مردوں کوکیسے زندہ کرینگے ؟ جواب دیا جاتا ہے کہ

''قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن '' (سورۃ البقرہ آیت: 60)

''کیا آپ ایمان نہیں لائے''

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''قَالَ بَلَی وَلَکِن لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ''ط

''کیوں نہیں(میںیقینا ایمان لاچکا ہوںالبتہ)دل کے مزیداطمینان کے لئے (میں یہ منظر دیکھنا چاہتا ہوں)''

غور طلب بات یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے تقاضا کیا کہ مجھے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا تو جواب میں

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے پاس عقل نہیں ہے ۔بلکہ فرمایا
کہ کیا آپ ایمان نہیں لائے ؟یعنی جب انسان ایمان لے آئے تو پھروہاں
عقل کا کیا کام ؟
ایمان لانے کے بعد عقل کو شریعت کے تابع کرناپڑتا ہے ۔ابراہیم علیہ
السلام چونکہ اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے تھے اس لئے جواب میں
فرماتے ہیں :اے اللہ! ایمان تو لاچکا ہوں لیکن دل کا اطمینا ن چاہتا
ہوں ۔ غورطلب بات ہے ۔ اس آیت مبارکہ میں بھی عقل پر وحی کو
فوقیت دی گئی ہے ۔ یعنی ایمان لانے کے بعد ہمیں اپنی عقل کو وحی کے
تابع بنانا ہوگااوراسی صورت میں ہم صحیح معنوں میں مسلم بن سکتے
ہیں ۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن وصحیح حدیث پر کلّی طور ایمان
لانے کی توفیق عطا فرمائے،تاکہ ہم مکمل وحی(قرآن وصحیح حدیث)
کے پابند ہو جائیں۔آمین

محمد حسین میمن عفا اللہ عنہ
(چیئر مین تحفظ حدیث فائونڈیشن
پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

(اشاعت سوم)

مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے جو گری محبت اور آپ
کی ذات سے جو تعلق ہے وہ تمام تر معاملات سے بڑھ کر ہے ۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور محدثین رحمهم اللہ کی
جماعت نے جس انتھک محنت سے آپ ﷺ کی مبارک زندگی کے انمول
ہیروں کو محفوظ فرمایا آج ہم اسے احادیث کا نام دیتے ہیں اس مبارک
فن کی برکات سے کئی فنون وجود میں آئے جس کے ذریعے مسلم علماء
ومفکر ین نے علمی دنیا کو فکر اور جستجو کے لئے نئے زاویوں پر لا کھڑا
کردیا ۔نواب صدیق حسن خان القنوجی نے '' ابجدالعلوم '' ابن خلدون نے
اپنے مقدمے میں اور حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون '' میں ایسے کئی
علوم متعارف کرائے ہیں یہ تاریخ انسانیت کا پہلا کارنامہ ہے کہ
سینکڑوں سال گزر جانے کے باجود بھی نبی کریم ﷺ کی مبارک سیرت
ہمارے سامنے اس طرح ہے جیساکہ آپ ﷺ خود ہمارے دور میں موجود

ہوں مسلمان تمام دنیا میں وہ اولین قوم ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے
تمام حالات زندگی کو محفوظ ہی نہیں بلکہ اسے حفظ بھی کیا اور
ضوابط جرح وتعدیل کے اصول مرتب کئے ۔
نقد متن (Textual Criticism)تعدیل وتجریح رجال(Soundness Of
The Narrators)کے معیارات طے کئے جس کے ذریعے علم کی دنیا میں
ہلچل مچ گئی یہ فنون بقول حافظ ابن الصلاح تقریباً 60کے قریب ہیں
اور اس ایک ایک فن پر اصول اور ضوابط مقرر کئے گئے ہیں ۔اور کیوں
نہ ہواس دین کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لی ہے اور وہ
قیامت تک اپنے دین کی حفاظت کرے گا ہزاروں (Criticism)اسلام کے
خلاف اٹھائے گئے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرتا ہے ۔ یہ دین اسلام
اپنی اصلی حالت میں ہے اور رہے گا جیسے کہ نبی کریم ﷺ کے وقت
میں تھا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہے :
انَّ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَائناَّ لَہ لَحَافِظُوْن o(سورۃ الحجر آیت:9)
''یقینا ہم نے اس ذکر (نصیحت) کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ
ہیں ''۔
اللہ تعالیٰ نے یہاں جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ ''الذکر'' یعنی
نصیحت نہ کہ صرف قرآن مجید کیونکہ نصیحت قرآن اور صحیح حدیث
دونوں کو کہا جاتا ہے اب تا قیامت علوم قرآن وصحیح احادیث جاری
رہیں گے کوئی انہیں جدا نہیں کرسکتا کیونکہ یہ دونوں وحی من جانب
اللہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ پر اپنی نعمت کو مکمل کردیا
اور اسلام کے ساتھ ساتھ ایسے نبی کو بھیجا جو ان کو قرآن وحکمت
کی تعلیم دے ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :
''لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ ذْ بَعَثَ فِيْہِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْہِمْ اٰيَاتِ
وَيُزَكِّيْہِمْ وَيُعَلِّمُہُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَنْ كَانُواْ مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ
o(سورۃ آل عمران آیت164:)

''بلا شبہ اللہ نے مومنوں پر بہت احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی
میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا
ہے اور ان کو سنوارتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ
اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ''۔
اللہ تعالیٰ نے اپنااحسان اپنے بندوں پر واضح فرمایا کہ ایک ایسا نبی
بھیجا جو انہی میں سے ہے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر
سناتا ہے اور اپنی سیرت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی منشاء پر عمل کرکے
دکھاتا ہے اس آیت سے ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کا تعلق بڑا گہرا ہے۔
اور نبی کریم ﷺ کی آمد کا مقصد ہی ال اسلام کو قرآن مجید کی
تلاوت کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت کی تعلیمات دینااور ان کا تزکیہ کرنا
تھا۔ یقین جانئیے اگر نبی کریم ﷺ کا مقصد صر ف قرآن کریم ی دینا
ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کلام کہیں بھی اتار دیتا کہ اس کلام پر جس طرح
سے چاہو عمل کر و ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہ تھی کہ دین
اسلام پر عمل انسانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ ا جائے بلکہ اس نے اپنے
دین پر عمل پیرا ہونے کے لئے ایک ہادی کا بندوبست بھی فرمایا اورجسے
اللہ تعالیٰ نے معلم انسانیت بنایا اور جس کے ذمے کتاب وسنت کی تعلیم

وتدریس بھی رکھی ہے اور جس نے اہل اسلام کا تزکیہ بھی کیا۔ جس سے ثابت ہوگیا کہ جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم ﷺ صرف قرآن مجید پہنچانے کے لئے تشریف لائے تھے ان کا دعویٰ قرآن مجید کی آیات ہی نے باطل قراردے ڈالااللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو منتخب کرکے امت کے لئے ہدایت کا پیکر بنادیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی شرط عائد کردی ۔

''وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيْناً''۔ (سورة الاحزاب آیت:36)

''کہ جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ بہت دور کی گمراہی میں گر پڑا ''۔

یعنی نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ ن اپنی نافرمانی اورآپ ﷺکی اطاعت کو اپنی اطاعت قراردے کر، تاقیامت یہ فیصلہ نافذ فرمادیا کہ کسی نے بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت کی وہ اللہ کے نزدیک راندا درگاہ ٹہرے گا ۔

اس قدر عظیم رتبہ دے کر محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھیجا تاک عظیم قرآن کے ساتھ عظیم رب کے بھیجے ہوئے عظیم پیغمبرمحمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرکے اللہ کے نزدیک مأجور ہوں

بس مؤمن تو فقد حکم الٰہی کا پابند ہے۔ عزیزانِ گرامی قرآن کریم مجھے اور آپ کو بھٹکنے نہ دے گا کیونکہ اس کے اسوة کے لئے ایک معلم انسانیت کا چناؤ کیا گیا ہے۔ اور اس کے ہر عمل کو دین قرار دے کر اسکے آداب ، فضائل ، شمائل ، اخلاق ، عبادات ، حقوق اللہ ، حقوق العباد ان تمام معاملات کو دین قراردے کر اس عظیم نبی کی اتباع کا حکم جاری فرمایا گیاہے۔ پس جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند ک ساتھ آپ کے اقوال مبارک ثابت ہیں وہ یقینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہیں جیساکہ قرآن کریم ہےان میں کبھی کوئی شگاف ودراڑ نہیں بس کامیابی انہی دو چیزوں پر محصور ہے۔ بس قرآن وسنت کو رہبر وراہنما بنالیجئے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

وما علینا الاالبلاغ المبین

محمد حسین میمن عفا اللہ عنہ

(چیئر مین تحفظ
حدیث فائونڈیشن پاکستان)

تاثرات

فضیلة الشیخ محترم عبدالحنان سامرودی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلوات اللہ علٰی صاحبها والتسلیم دین کے مآخذ و مصادر ہیں اور یہ دونوں وحی الٰہی ہیں ان میں کوئی اختلاف یا با ہمی تضاد نہیں ۔اور اس کا یہ مطلب بھی ہر گز نہیں کہ جس چیز کا ذکر قرآن مجید میں مجمل ہوا ہو اورمفصل مذکور نہ ہو

اوراس کی تفصیل احادیث میں ہو تو وہ دین نہیں بلکہ کامل دین تو
قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کو ایک ساتھ رکھنے سے ہی سمجھ
میں آئے گا ورنہ حدیث کے بغیر تو بنیادی عبادات بھی صرف قرآن مجید
سے واضح نہیں ہوتیں۔
انکار حدیث اور قرآن وحدیث کو باہم متصادم کراکے غیروں نے دین مبین
کو مٹانے ومسخ کرنے کی   نا پاک حرکتیں شروع کی تھیں ۔ اب وہی
کام اپنوں کے لبادے میں ڈاکٹر شبیر احمد اور ان کے پیش رو سرسید
احمد خان، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز جیسے ان کے نمائندے
سرانجام دینے لگے ۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا
ہے ۔ اس لئے ایسے فرعونوں کے لئے ہر دور میں اللہ کوئی موسیٰ پیدا
فرمادیتا ہے ۔''اسلام کے مجرم ''کے جواب میں شیخ محمد حسین حفظہ
اللہ خادم تحفظ حدیث فاؤنڈیشن نے'' اسلام کے مجرم کون ؟'' لکھ کر
نہ صرف دندان شکن جواب تحریر کیا بلکہ ان کے چیلوں سے کامیاب
مناظرے بھی کئے اور الحمدللہ بہترین انداز میں مدلّل دفاع حدیث کا حق
ادا کررہے ہیں ۔

جزاہ اللہ عنا وعن جمیع
المسلمین
آمین ١٨/١١/١٤٢٨

عبدالحنان سامرودی
(شیخ الحدیث وصدر مدرسہ جامعہ
دارالحدیث رحمانیہ کراچی)

فضیلۃ الشیخ محترم عبدالوکیل ناصر حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین اسلام کے دو ماخذ ہیں ایک ''الکتاب ''یعنی قرآن مجید اور دوسرا
''الحکمۃ''یعنی حدیث رسول علیہ الصلاۃ والسلام ۔اس کی دلیل اللہ
تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وأَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ   اللہ تعالیٰ نے
آپ(ﷺ) پر کتاب وحکمت نازل کی ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ (یہ
دونوں چیزیں منزل من اللہ ہیں اور منزل من اللہ کی اتباع ہر عقیدہ
وعمل میں فرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :اتَّبِعُوْا مَااُنْزِلَ اَلَیْکُمْ مِنْ
رَّبِّکُم ...الآیۃ۔
یہ بات اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ حدیث وسنت بھی منزل من
اللہ ہیں لہٰذا حجت ہیں اور اس کا انکار کفر قرار پائے گا جس طرح کہ
قرآنی آیت کا انکار کفرہے ۔
دشمنان حدیث جو حقیقتاً دشمنان رسول (ﷺ) ہیں بڑے ہی عجیب لوگ
ہیں کہ ماننے پر آئیں تو ایک بات اپنی طرف سے گھڑ کر حدیث رسول
بناڈالیں اور نہ مانیں تو صحیح حدیث رسول کو بھی رد کردیں ۔
کچھ اسی طرح کی حرکت ڈاکٹر شبیر علیہ ما علیہ نے کی ہے ۔اپنی
کتاب میں ابتداً جھوٹی روایت بھی لکھی جو قرآن کے بھی خلاف ہے اور
حدیث رسول (ﷺ) پر وہی گھسے پٹے اعتراض کئے ہیں جو گاہے بگاہے
گماشتے یہود وہنود کرتے رہتے ہیں۔ اللہ جزائے خیر دے محمد حسین

میمن (حفظہ اللہ)کو کہ انھوں نے اس   منکر حدیث کے بے وزن
اعتراضات کے وزنی جوابات تحریر کئے ہیں اور اسے کتابی شکل میں
بنام ''اسلام کے مجرم کون ؟''پیش کیا ہےتحریرٰ ہذا ٹھوس دلائل پر مبنی
ہے۔ فجزاہ اللہ خیرًافأحسن ا لجزاء ہر شیدائی سنت کواس کتاب سے
فیض اٹھانا چاہیئے ۔

ولا أزکی علی اللہ أحداً

کتبہ عبدالوکیل ناصر عفی عنہ22-2-2008

فضیلة الشیخ محترم محمد یوسف کشمیری حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاة والسلام علٰی رسول اللہ وبعد۔

دشمنان اسلام نے جہاں ظاہری طور پر اسلام اور عالم اسلام پر حملہ
کیا وہاں وہ خفیہ حملہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں ۔جس میں مسلمان
معاشرہ میں اپنی تہذیب وثقافت کی یلغار ، بے حیائی، فحاشی ،عریانی
کا سیلاب اور خصوصاً زر خرید غلاموں کے ذریعے سے اسلام کو بدنام
کرنا،بے جا اعتراضات اور نت نئے شکوک و شبہات شامل ہیں ۔
اس ضمن میں حال ہی میں ایک کتاب ''اسلام کے مجرم ''کے نام سے
شائع ہوئی ہے۔ جس میں   رسول اللہ ﷺکی مسلّم احادیث پر قدغن
لگانے کی ناکام کو شش کی گئی ہے۔ جس کا مسکت جواب   جناب
محمد حسین میمن صاحب چیئرمین تحفظ حدیث فائونڈیشن نے دیا ہے۔
جو کہ مختصر اور مدلل ہے۔
اللہ تعالیٰ مصنف حفظہ اللہ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور آئندہ
بھی احادیث رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

مفتی محمد یوسف کشمیری
(مدیر جامعةالدراسات
الاسلامیة)

فضیلة الشیخ محترم عبدالحق حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ائن الحمدللّٰہ والصلاة والسلام علٰی رسول اللّٰہ وبعد۔

فہم قرآن میں جس شخص یا فرقے نے بھی اپنی عقل کو پیمانہ معیار
سمجھا وہی گمراہ ہوا جیسے قدریہ، جہمیہ، معطلہ اورمرجیہ وغیرہ
اور جس نے رسول اللہ ﷺکے فرمان کے ذریعے سے قرآن کو سمجھنے کی
کوشش کی وہ اللہ کی توفیق سے حق پر رہا اور خطاء وتزلزل سے اللہ
اسے بچاتا رہا ہےکتاب ہٰذا میں بھی اسی گمراہی کی علمی طرز پر

تردید کی گئی ہے۔ نہایت ہی سادہ لفظوں میں سنجیدہ ونرم لہجہ
میں گرم و مضبوط دلائل کے ساتھ اسلامی لبادہ میں ملبوس کفر کو بے
لباس کر کے اس کی حقیقت کو صرف خواص الناس نہیں بلکہ عوام
الناس کے سامنے واضح کیا گیا ہے ۔ کتاب کو پڑھ کر علمی استفادہ
کیا ۔
اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس خوفناک فتنہ سے محفوظ فرمائے صاحب
کتاب کو اس کوشش و کاوش پر اجر عظیم عطا فرمائے ۔
آمین:یا رب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم

وکتبہ عبدالحق ندیم
(مدیر معہد الشیخ بدیع الاسلامی)

فضیلة الشیخ محترم مفتی عبداللطیف ارشد حفظہ اللہ تعالیٰ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ والصلاةوالسلام علٰی رسول اللہ وبعد
روز ازل سے اہلیان حق اور علم برداران باطل کے درمیان یہ کشمکش
رہی ہے ۔مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اورمدد ہمیشہ اہلیاں حق کے
ساتھ رہی ہے ۔
''اسلام کے مجرم کون ؟''بجواب ''اسلام کے مجرم''۔ اس سلسلہ کی
کڑی ہے ۔کتاب ہٰذا برادرمحترم محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کی
تصنیف ہے جس میں انہوں نے منکرین حدیث کی تصنیف کردہ کتاب
(اسلام کے مجرم)کا جواب مختصر مگر مدلل انداز میں دیا ہے ۔مصنف
نے اس کتاب میں سادہ زبان اور دلکش انداز اپنایا ہے ۔
فلہٰذا ہتمام اہل اسلام سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب سے فائدہ
اٹھائیں اور اپنے دوست واحباب کو اس سے استفادہ کرنے کی
تلقین کریں ۔
اللہ ہمارے فاضل بھائی اور معاونین کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

عبداللطیف ارشد
(خطیب مرکزی اسلامیہ جامع مسجدنیو
کراچی نمبر ٤)

فضیلة الشیخ محترم محمد ابراہیم طارق حفظہ اللہ تعالیٰ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علٰی سیدالمرسلین
میں نے مولانا محمد حسین کی کتاب کو ایک نظر دیکھا ہے اور اس کے
خاص خاص مقام کو غور سے پڑھا ہے یہ کتاب اسلامی فکر کے دفاع میں
ایک اچھی کوشش ہے ۔ بدقسمتی سے دورحاضر میں پاکستان میں ایک
ایسا طبقہ پیدا ہوگیا ہے جو عربی زبان سے نابلد ہے اور صرف اردو
تراجم سمجھ کر اپنے آپ کو اسلام کا چیمپئین سمجھنے لگا ہے تو ان کی
کم علمی کی وجہ سے آئے دن وہ نئی نئی باتیںگھڑ کر اسلام سے چسپاں
کرتے رہتے ہیں جس سے اسلامی تعلیمات کی روح مجروح ہورہی ہے
ایسے میں اس طبقہ کی اصل حقیقت کو کھولنا بہت ضروری ہے اور یہ
کتاب اسی سلسلے کی کڑی ہے مجھے امید ہے اس کتاب سے تمام
مسلمانوں کو فائدہ ہوگا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد حسین
کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی سعی قبول فرمائے ۔

اخوکم محمد ابراہیم طارق
(مدرس جامعہ ابی بکر
الاسلامیہ کراچی)

فضیلة الشیخ محترم خلیل الرحمن لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علٰی نبینا محمد وعلٰی آلہ
وصحبہ أجمعین وبعد !
کتاب ہٰذا بعنوان ''اسلام کے مجرم کون ؟'' ترتیب جناب محمد حسین
میمن صاحب ،نظر ثانی جناب فضیلة الشیخ ابو عمر محمد یوسف
افغانی صاحب کا ایک نظر مطالعہ کیا ہے ۔جو کہ شبیر احمد نامی
صاحب کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے ۔اس پر فتن دو ر میں
خاص طور پر کراچی شہر میں حدیث رسول (ﷺ) کے خلاف متعدد افراد
اور تحریکیں کام کررہی ہیں ۔ان کا رد کرنا حدیث کا دفاع اور عوام
وخواص تک صحیح بات پہنچانا ہم سب کا شرعی فریضہ ہے ۔مؤلف
موصوف اس فن میں خاصا ذوق اور مہارت رکھتے ہیں ۔جیساکہ کتاب
ہٰذا کو دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے ۔کتاب انتہائی مدلل اور مبرہن
انداز میں میں لکھی گئی ہے ۔کتاب پر مزید محنت کی گنجائش باقی ہے
دوبارہ اشاعت پرمزید کوشش کرلی جائے تو کتاب کی افادیت میں کئی

گنااضافہ ہوجائے گا ۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب میمن صاحب
کو مزید اخلاص ،محنت، صلاحیت اور ہمت سے نوازے اور یہ اعمال
روز قیامت انکی حسنات کے پلڑے میں ڈال دے ۔(آمین)

خلیل الرحمان لکھوی
(رئیس معھد القرآن کراچی)

فضیلة الشیخ محترم ضیاء الحق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ۔أما بعد۔
فتنہ قادیا نیت کے بعد سب سے خطرناک فتنہ ،'فتنہ انکارِ حدیث ہے 'اور
اس بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ اس فتنہ کے مربی اور اسے پروان
چڑھانے والے بھی وہی لوگ ہیں جنکا فتنہ قادیانیت کے پیچھے ہاتھ تھا
بلکہ مکمل سر پرستی حاصل تھی۔اہداف بھی ایک ہی ہیں شکلیں اور
نا م مختلف ہیں ۔مسیح موعود کے بارے میں مسلمانوں کے مسلمہ
عقیدے کا انکار مہدی اور دجال سے متعلق ارشادات نبوی کا مذاق اڑانا
اور مسلمانوں کا نظریہ رسالت اور اسکے امتیازات کو مسلمانوں کے
دلوں سے نکال کر یہودیوں،عیسائیوں ،ہندوئوں اور دیگر غیر مسلموں
کی صفوں میں شامل کرنا وغیرہ۔فتنہ انکارِحدیث کے ذریعے نہ صرف یہ
کہ بد عملی کے راستے ہموار کئے جارہے ہیں بلکہ لوگوں کے ذہنوں کو
منتشر کرکے کسی اور بڑے فتنے کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔اہلیان
مغرب کی تخلیق شدہ اس مذموم سوچ کے حامل شبیر احمد نامی
شخص نے کتاب بعنوان ' اسلام کے مجرم 'لکھ کر اسی مذموم سوچ کو
عام کرنے کی کوشش کی ہے۔جس کا جواب ہمارے فاضل دوست جنا
ب محمد حسین میمن حفظہ اللہ تعالیٰ نے بعنوان 'اسلام کے مجرم
کون؟' بڑے ہی احسن انداز میں ترتیب دیاہے ۔(جز اہ اللہ عنا جزاء
الخیر)مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ انداز بھی سہل ہے ،البتہ آئندہ اشاعت
میں مزید محنت کرلی جائے تو افادیت میں کئی گنا اضا فہ ہوسکتا ہے۔
دعا ہے کہ اس کاوش کواللہ تعالیٰ مصنف اور جملہ معا ونین کے لئے
اخروی نجات کا ذریعہ بنادے ۔آمین

ضیاء الحق بھٹی
خطیب جامع مسجد دارالسلا م
بفرزون و
مدرس معھد السلفی للتعلیم
والتربیہ

فضیلة الشیخ محترم محمد ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ رب العلمین والعا قبة للمتقین والصلا ة والسلام علیٰ
سیدالمرسلین وبعد۔

سابقہ شریعتوں کی طرح شریعت محمدیہ میں بھی لفظی
ومعنوی تحریف ،تاویلات اور شیطانی تلبیسات کے ذریعہ قرآن وحدیث
کی صداقت و حقانیت کو داغ دار کرنے کی کو ششیں روز اول سے جاری
ہیں ۔لیکن سابقہ ادوار کی طرح کہ جب نمرود نے سر نکالا تو اسکی
سرکوبی کیلئے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا ۔
فرعون کی فرعونیت کو نیست و نابود کرنے کے لئے سیدنا موسیٰ کلیم
اللہ علیہ السلام کا انتخاب کیا گیا ۔بالکل اسی طرح اس امت میں بھی
اسلامی لبادہ میں ملبوس جب کسی فتنہ نے جنم لیا تو اس کے قلع قمع
کیلئے بالخصوص ورثة الانبیاء نے اپنا دینی فریضہ انجام دیا ۔جب خلیفہ ہا
رون رشید نے زندیق کے قتل کا حکم جاری کیا تو وہ زندیق کہنے لگا کہ
میرے قتل کے بعد بھی امت اس دلدل سے نہیں نکل سکتی کیو نکہ میں
نے احادیث صحیحہ کے مجموعہ میں چار ہزار جھوٹی روایات کا اختلاط
کردیا ہے۔ہارون رشید نے جواباً کہا جس خطہ میں تو نے یہ فتنہ پھیلایا
ہے اس سر زمین پر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مبارک اور ابو الرزاق
الجوزجانی جیسے محدثین کو پیدا فرمایا ہے جو جھوٹی روایات کے ایک
ایک حرف کو وحی خفی سے نکال پھینکیں گے۔

میری فہم کے مطابق چونکہ فتنہ انکارِ حدیث ایک کیچڑ ہے کہ
جس کے اجزائے مرکبہ محض عمل،منطق اور فلسفہ ہے۔یہی وجہ ہے
کہ علمی قصور کا شکا ر طبقہ بڑے غیر محسوس طرز پر اس دلدل
میں دھنس جاتا ہے۔اس لئے ضرورت اس بات کی ہے ان افراد کی
ناقص علمی اور کم فہمی پر ترس کھا تے ہوئے انہیں شیطانی شبہات
وتلبیسات سے انکی صلاحیتوں کی قدر کرتے ہوئے نجات دلائی جائے اور
میں سمجھتا ہوں کہ کتاب هذا اس مبارک تحریک کی نہایت نفیس و
لطیف کڑی ہے ۔اللہ تعالیٰ صاحبِ کتاب کی اس سعی جمیلہ پر شرف
قبولیت بخشے اور ہر خاص وعام کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق
دے اور اس مبارک عمل کو ہر شریکِ عمل کیلئے صدقہ جاریہ بنادے۔
آمین یارب العلمین۔

وصلی اللہ علیٰ نبیہ الکریم وآلہ واصحابہ
اجمعین

محمد ابراہیم بھٹی(مدیر المعهد السلفی
للتعلیم والتربیہ کرا چی پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ بات تو مسلّم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت کا قرآن کریم س
ناقابل انقطاع تعلق ہے ۔ قرآن کریم کو مکمل طور سے سمجھنا اور
اس پر عمل کرناآپ ﷺ کی رہنمائی کے بغیرنا ممکن ہے ۔ چنانچہ حدیث
جو رسول اللہ ﷺ کے قول ،فعل اور تقریر سے عبارت ہے قرآن کریم ک
پہلو بہ پہلو ہدایت انسانی کا دوسرا اہم ترین سر چشمہ ہے ۔حدیث
رسول اللہ ﷺ نہ صرف قرآن مجید کی علمی و عملی شرح و تفسیر

بلک قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جو انقلاب اس دنیا ئ عالم میں بپا
کیا گیااس کی صحیح ترین عملی تشکیل بھی حدیث رسول الل
ی پیش کرتی یی وج ک حدیث رسول الل دشمنان
اسلام کی سازشوں کا مستقل محور ری اور اس کام کو پای
تکمیل تک پنچان ک لئ ر قسم ک وسائل کو ن صرف بروئ کار لایا
گیا بلک جید علماء و محدثین جن کی زندگیاں حدیث و سنت کی خدمت
و حفاظت میں گزرگئیں ان ک اقوال و مقالات میں خیانت کر ک یا
مختلف نوعیت ک مل سوالات کر ک من پسند جوابات حاصل کئ گئ
اور ان ک ذریع عوام ا لناس کو گمرا کرن کی کوشش کی گئیمثلاً
ڈاکٹر شبیر ن اپنی تصنیف ''اسلام ک مجرم'' میں حافظ ابن قیم و
امام ابن تیمی کی کتب ک حوال د کر نا معقول اقوال ان کی طرف
منسوب کئ بالکل یی حال سماحة الشیخ علام عبدالعزیز بن عبدالل
بن باز رحم الل ک فتویٰ کا بھی
م اس فتویٰ س اتفاق نیں کرت ک جس کی نقل ڈاکٹر شبیر ن اپنی
کتاب ''اسلام ک مجرم''میں دی کیونک شیخ ابن باز رحم الل تو
حدیث رسول الل ک سچ شیدائی تھ اور آپ کی پوری زندگی
دین اسلام کی خدمت میں گزری بلک یوں کنا زیاد مناسب و گا ک
آپ ن قرآن و حدیث ک لئ اپن آپ کو وقف کیا وا تھا چود (
١٤)جلدوں پر مشتمل ''فتح الباری شرح صحیح بخاری ''کی تصحیح ،
کئی جلدوں میں آپ ک فتاویٰ و مقالات اور سینکڑوں کتب اس دعویٰ
کی بیّن دلیل ییں نا ممکن ک شیخ ابن باز صرف قرآن مجید کو
تھام رکھن کی تلقین کریں اور حدیث رسول الل کو کوئی شرعی
اور قانونی حیثیت ن دیں بلک آپ تو ایس لوگوں کو ملحد اور یودو
نصاریٰ ک قبیل میں شمار کرت تھ ک جو دین اسلام کی تفیم ک لئ
صرف قرآن مجید کو کافی سمجھت یں ذیل میں م شیخ ابن باز ک
اس مقال س کچھ اقتباسات نقل کئ دیت یں ک جو انھوں ن ''حجیت
حدیث ''ک سلسل میں ترتیب دیا تھاتاک حق اور باطل ک درمیان
فرق واضح و جائ
''وقال موفق الدین قدامة رحم الل فی کتاب روضة الناظر فی بیان
أصول الأحکام ،مانص ! والأصل الثانی من الأدلة سنة رسول الل
 ،وقول رسول الل حجة ، لدلالة المعجز علی صدق، ولأمر الل
بطاعت وتحذیر من مخالفة أمر انتھی المقصود وقال الحافظ ابن کثیر
رحم الل فی تفسیر قول تعالی:(فَلْیَحْذَرِ الّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ أمْرِ أنْ
تُصِیْبَمْ فِتْنَةُ أوْ یُصِیْبُ مْ عَذَابُ ألِیْم)أی :عن أمر رسول اللُ ،وھو سبیل
ومنھا ج وطریقت،وسنت ،وشریعت،فتوزن الأقوال والأعمال بأقوال
وأعمال،فما وافق ذٰلک قبل،وما خالف فھو مردود علی قائل وفاعل کائنا
من کان ،کما ثبت فی الصحیحین وغیرھما عن رسول الل واللفظ
لمسلم أن قال: ''من عمل عملاً لیس علی أمرنا فھو رد''أی :فلیخش
ولیحذر من خالف شریعة الرسول ظاراًوباطناً أن تصیبھم فتنة''أی فی
قلوبھم من کفر أونفاق أؤبدعة''أؤیصیبھم عذاب ألیم''أی فی الدنیا بقتل
أوحدأوجس أو نھو ذلک

''موفق الدین قدامہ رحمہ اللہ اپنی کتاب روضة الناظر میں راقم ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی سنن واقوال قطعی حجت ہیں اس لئے کہ : اولاً قرآن آپ کے صدق کی گواہی دیتا ہے ، ثانیاً : اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے ۔ لہٰذا آپ کے حکم کی مخالفت سٰ لازمی طور پر احتساب ضروری ہے ۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ : جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت نہ آپڑے یا انہیں در دناک عذاب نہ پہنچے ، یہاں امر رسول ﷺ سے مراد آپ ﷺ کا رستہ ، منہج ، طریقہ ، سنت اور شریعت ہے ، ہر قسم کے اقوال اور اعمال کو آپ ﷺ کے اقوال اور اعمال پر پیش کیا جائے گا اگر ان میں موافقت ہوئی تو قبول کیا جائے گا اور مخالفت ہوئی تو اسے کہنے اور کرنے والے ہی کی طرف لوٹادیا جائے گا ۔ جیساکہ صحیحین میں حدیث ہے کہ جو کوئی ایسا عمل پیش کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ پس چاہئیے کہ ڈرے نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرنے والا چاہے وہ ظاہری ہو یا باطنی کہیں وہ فتنے میں مبتلا نہ ہوجائے (یعنی دل میں کفر، نفاق یا بدعت پیدا نہ ہوجائے)یا ان کو درد ناک عذاب نہ پہنچ جائے ''۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ:سیوطی رحمہ اللہ اپنے رسالے (مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة)میں فرماتے ہیں:

''اعلموا رحمکم اللہ أن من أنکر أن کون حدیث النبی ﷺ قولاًکان أوفعلاًبشرطہ المعروف فی الأصول حجة ،کفر وخرج عن دائرة الأسلام ،وحشر مع الیہود والنصاریٰ''

''جان لو اللہ تم پر رحم کرے کہ جس شخص نے اللہ کے ﷺ نبی کی کسی قولی یا فعلی حدیث کا انکار کیا تو وہ کافرہے اور وہ دائرئہ اسلام سے خارج ہوگیا اور قیامت کے روز اس کو یہودونصاریٰ کے ساتھ اٹھایا جائے گا ''

(مجموع الفتاویٰ ومقالات ،جلد۱،صفحہ۲۲۰)

محمد حسین میمن عفا اللہ عنہ
(چیئر مین تحفظ حدیث فائونڈیشن
پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حجیت حدیث کے دلائل قرآن کریم سے

موجودہ دور میں منکرین حدیث احادیث کا شدت سے انکارکرتے ہیں۔
حالانکہ احادیث صحیحہ کا انکار گویا قرآن کریم کا انکار ہے ۔ احادیث کا
اگر انکار کردیا جائے تو پھر نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی فوت
ہوجاتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی نے دین اسلام کی وضاحت اور تشریح
فرمادی تھی ۔ اور احادیث کے انکار سے پورا دین ہی مشکوک ہوجاتا
ہے۔ نیز قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ
احادیث کا دین اسلام میں ایک مقام ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کچھ
وضاحت پیش کی جاتی ہے ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
''اتَّبِعُواْ مَا أُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِنْ دُوْنِہٖ أَوْلِيَاءَ ط قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَo''۔
''جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی
اتباع کرو اور اس کے علاوہ دوسرے
اولیاء کی اتباع نہ کرو ۔ مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو ''۔
(سورۃ الاعراف آیت3)
معلوم ہوا کہ اتباع صرف اس کی ہے جو رب کی طرف سے نازل
کیا گیا ہے اور اس کے سوا کسی اور کی اتباع ممنوع ہے۔ مگر اس
نصیحت کو کم لوگ ہی مانتے ہیں ۔ کیونکہ کوئی اپنے بڑوں کی اتباع
وپیروی کرتا ہے ۔ کوئی اپنے اماموں اور علماء کی اتباع کرتا ہے اور
کوئی اپنے نفس کی اتباع کرتا ہے ۔
''يَا أَيُّہَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰہَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْo''۔
''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول
(ﷺ) کی اور (ان کی اطاعت سے منہ موڑ کر) اپنے اعمال کو
ضائع نہ کرو''۔(سورہ محمد آیت 33)
اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ میں سے کسی ایک کی اطاعت سے
انکار اعمال کو ضائع (برباد) کرنے کے مترادف ہے ۔ اور اطاعت کے لحاظ
سے دونوں اطاعتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی
اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے ۔
''مَّنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰہَo''۔(سورہ نساء آیت80)
''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ
ہی کی اطاعت کی ''۔
اور رسول اللہ ﷺ اپنے جی سے کوئی بات نہیں کہتے تھے بلکہ وہ
جو فرماتے تھے وحی کی بناء پر فرمایا کرتے تھے ۔
''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْہَوَى ِoنْ ہُوَ ِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ۙ
''وہ (نبی ﷺ)اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ ان کا بولنا تو
وحی کی بناء پر ہے کہ جو ان پر نازل کی جاتی ہے ''۔(سورہ
نجم آیت3,4)
ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا
ہے :
''وَأَنزَلْنَا ِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ ِلَيْہِمْ وَلَعَلَّہُمْ يَتَفَكَّرُوْنَo''۔

''اور ہم نے آپ (ﷺ) پر ذکر (قرآن کریم)نازل فرمایا ہے تاکہ جو کچھ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے آپ(ﷺ) اس کی تشریح ووضاحت کرکے لوگوں کو بتادیں اورتاکہ لوگ غور وفکر کریں ۔'' (سورہ نحل آیت44)

اس آیت سے واضح ہوا کہ قرآن کریم کے احکامات اور فرامین کی نبی ﷺ اپنے قول وعمل کے ذریعے تشریح وتوضیح فرمانے پر مقرر کئے گئے تھے ۔ بلکہ آپ ﷺ چلتے پھرتے قرآن تھے چناچہ سیدنا سعد بن ہشام رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ام المؤمنین ! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے متعلق خبر دیجئے ؟ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : ''کان خلقہ القرآن'' یعنی آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا کیا تم نے قرآن کریم کا مطالعہ نہیںکیا ؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۃ القلم آیت4)''اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو ''۔ (مسند احمد جلد6صفحہ91، تفسیر ابن کثیر جلد4ص402)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم فرمایا : واقیمواالصلوۃ ''نماز قائم کرو ''۔اب نماز کس طرح قائم کی جائے اس کا مکمل طریقہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے عملاً سکھایا یعنی استنجا ء ، وضو، نماز کی ادائیگی کا مکمل طریقہ ، قیام ، رکوع ، سجود ،قراء ت ، فرائض ، نوافل ، اذان، اقامت ، پنج وقتہ نمازیں وغیرہ وغیرہ ۔غرض نماز کے ہر ہر مسئلے کی تشریح ووضاحت نبی ﷺ نے قولاً وفعلاً فرمادی اور امت سے ارشاد فرمایا:

''صلوا کما رایتمونی اصلی ''۔

''نماز اس طرح پڑھو جیساکہ مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ''۔ (بخاری)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وأتواالزکوۃ یعنی ''اور زکوۃ ادا کرو''۔ اب زکوۃ کب ادا کی جائے کتنی ادا کی جائے ؟ اس کا مکمل طریقہ نبی کریم ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان فرمایا ہے ۔ اسی طرح دین کے دوسرے معاملات کی وضاحت بھی نبی کریم ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعے فرمادی ہے ۔ پس ثابت ہوا کہ دین قرآن وحدیث کا نام ہے ۔

اب اگر کوئی شخص اپنے کسی باطل عقیدے کی وجہ سے کسی حدیث کا انکار کرے تو اس نے حدیث کا انکار کرکے گویا نبی کریم ﷺ کے فرمان کا انکار کردیا اور فرمان رسول ﷺ کا انکار کرنے والا قرآن کا انکار کرنے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے جو قرآن کریم کی من مانی تشریح بیان کریں گے ۔ لذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تشریح وتفسیر کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ ہی کے ذمہ لگادی اور قیامت تک کسی کو بھی اس بات کا حق نہیں دیا کہ وہ قرآن کریم کی کوئی جدید تشریح بیان کرے اور جو لوگ خوارج، معتزلہ ، جہمیہ ، قدریہ ، مرجیہ ، پرویز ی، عثمانی ، مسعود ی، منکرین حدیث وغیرہ کی کسی تشریح پر راضی ہوچکے ہیں تو گویا انہوں نے قرآن کریم کا انکار کردیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاو کسی کو

بھی قرآن کریم کی تشریح کا حق حاصل نہیں ہے ۔ ثابت ہوا کہ حدیث کا انکار کرنے والے نہ صر ف منکرین حدیث ہیں بلکہ وہ منکر قرآن بھی ہیں اور جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم قرآن کریم کو تو مانتے ہیں لیکن حدیث کا انکار کرتے ہیں تو انہوں نے قرآن کریم کو بھی نہیں مانا ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ أَن یُفَرِّقُواْ بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَیُرِیْدُوْنَ أَنْ یَتَّخِذُواْ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً oأُوْلٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقّاً وَأَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ عَذَاباً مُّہِیْناً o وَالَّذِیْنَ آمَنُواْ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُواْ بَیْنَ أَحَدٍ مِّنْھُمْ أُوْلٰئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْہِمْ أُجُوْرَھُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْراً رَّحِیْماًo''۔(سورہ نساء آیت 152تا150)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر وایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں ، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے وہ سزا مہیا کررکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کردینے والی ہوگی ۔ بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں ، ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ماننے کا مطلب یہی ہے کہ سب پر ایمان رکھا جائے اور ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہ کی جائے یعنی اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں لیکن رسولوں کا انکار کرتا ہوں تو یہ بھی ماننا نہ ہوا ۔ اور کوئی یہ دعوی کرے کہ میں بعض رسولوں کو مانتا ہوں اور بعض کا انکار کرتا ہوں تو یہ بھی کھلا کفر ہے ۔اسی طرح کسی کا یہ دعوی کہ میں قرآن کریم کو مانتا ہوں لیکن حدیث رسول کو نہیںمانتا تو واضح رہے کہ ایسا شخص قرآن کریم کا بھی انکاری ہے کیونکہ اس نے قرآن کریم کے حکم ' ' واطیعوا الرسول ۔اور رسول کی اطاعت کرو'' ۔کا انکار کردیا ہے بعض لوگ یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ فلاں حدیث قرآن کریم کی فلاں آیت سے ٹکراتی ہے یا اس کا مضمون قرآن کریم کے فلاں مضمون کے خلاف ہے تو یہ لوگ بھی اس قبیل سے تعلق رکھتے ہیں اور حدیث کو قرآن کریم سے ٹکرانے والے فرقے باطلہ ہی تھے ۔ اور انہوں نے ہی یہ اصول وضع کئے تھے واضح رہے کہ یہ باطل عقیدہ بھی شیعہ کا ہے ۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اصول کافی میں ہے ۔

'فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ '

'پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو اسے لے لو اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو'۔

(اصول کافی جلد1ص55)

اب اگر کوئی یہ اصول بیان کرے تو سمجھ لیں وہ شیعہ مذہب کی تبلیغ کررہا ہے ۔ کیا اما م بخاری وامام مسلم وغیرہ دین سے اس قدر ناواقف تھے کہ انہوں نے قرآن کریم کے خلاف آئی ہوئی احادیث کو اپنی اپنی کتابوں میں جگہ دی ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ احادیث قرآن کے

خلاف نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم کی توضیح وتفسیر بیان کرتی ہیں ۔
مثال کے طور پرقرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
''انما حرم علیکم المیتة ....تم پر تو حرام کیا گیا ہے مردہ ....
(سورہ بقرۃ آیت173)
قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہوا کہ مردہ (یعنی جو حلال جانور اپنی طبعی موت مرجائے)حرام ہے ۔ اور اب کسی بھی مردہ کو کھانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ حرام ہے ۔ لیکن حدیث میں ہے :
''ھو االطھور ماء ہ والحل میتتہ ''۔
''سمند ر کا پانی پاک ہے اور اس کا ''مردہ''(مچھلی)حلال ہے''۔
(رواہ مالک والترمذی وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی ، مشکاۃالمصابیح وسندہ صحیح)
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مچھلی اگرچہ مردہ ہے لیکن اس کا کھانا حلال ہے اگرچہ بظاہر یہ حدیث قرآن کریم کے خلاف ہے لیکن جب قرآن وحدیث میں بظاہر تضاد ہوگا تو ان میں تطبیق دی جائے گی ۔ یعنی اگرچہ ہر مردہ حرام ہے لیکن مچھلی مردہ ہونے کے باوجود بھی حلال ہے کیونکہ یہ ایک استثنائی صورت ہے اور دیکھا گیا ہے کہ منکر عذاب القبر اور منکرین حدیث بھی اس ''مردہ''کو مزے لے لے کر کھاتے ہیں ۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر سچے دل سے ایمان رکھا جائے اور ان پر شک وشبہ نہ کیا جائے ۔
''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ''(سورۃالحجرات آیت15)
''حقیقت میں تو مؤمن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ۔ وہی سچے لوگ ہیں ''۔
احادیث کے متعلق اگر ذرا بھی ایمان متزلزل ہو جائے تو پھر گویا اس شخص کا پورا اسلام ہی مشکوک ہوجائے گا اور جو لوگ انکار حدیث کی تبلیغ کررہے ہیں تو وہ اس سلسلے میں یہود ونصاری اور دشمنان اسلام کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے ہیں اور یا وہ اسلام کی پابندیوں سے جان چھڑانا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مردم شماری میں ان کا نام مسلمانوں کی لسٹ میں بھی رہے اور دوسری طرف وہ اسلام کی پابندیوں سے بھی آزاد رہیں ۔
اختلافات کے حل کا قرآنی اصول
جب کسی مسئلے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ونزاع ہوجائے اور لوگ اس مسئلے کے متعلق مختلف آراء ونظریات رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں اس کے حل کی کیا صورت ہوگی ؟ اس کا جواب قرآن کریم نے اس طرح دیا ہے :
''یَا أَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ أَطِیْعُواْ اللّہَ وَأَطِیْعُواْ الرَّسُوْلَ وَأُوْلِیْ الأَمْرِ مِنْکُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْہُ إِلَی اللّہِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ ذَلِکَ خَیْر وَأَحْسَنُ تَأْوِیْلاً''۔(سورہ نساء آیت59)
''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر

تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول(ﷺ) کی طرف پھیردو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو ۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے ''۔

معلوم ہوا کہ جب بھی کسی مسئلے میں اہل اسلام کے درمیان اختلاف ہوگا تو اس کے حل کی صورت یہ ہوگی کہ اس مسئلہ کا حل قرآن وحدیث سے دریافت کیا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن وحدیث کو حکم قراردیا ہے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان کا دعوے دار ہے تو وہ اختلافی مسائل کا حل قرآن وحدیث ہی میں تلاش کرے گا ۔ بصورت دیگر ایسے شخص کا دعوی ایمان ہی مشکوک ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ مختلف فرقے اختلافی مسئلے کا حل قرآن وحدیث کے بجائے اپنی منظور نظر شخصیات سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جو حل انہیں اپنے قائد ، امام اپنے امیر جماعت سے مل جائے تو وہ اسے قبول کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے ۔ حنفی اپنے امام کی بات حرف آخر سمجھتا ہے اور احادیث صحیحہ کو خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں ۔ اسی طرح مالکی اپنے امام ، شافعی اپنے امام ، حنبلی اپنے امام ، خوارج ، معتزلہ ، جہمیہ ، مرجیہ ، پرویزی ، عثمانی ، مسعودی وغیرہ اپنے اپنے بانی وامام کی بات کو حجت اور حرف آخر سمجھتے ہیں اور وہ ''فردوہ الی اللہ والرسول '' کے بجائے ''فردوہ الی الامام یا الی الامیر الجماعتہ''پر عمل پیرا ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

''فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُواْ فِیْ أَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُواْ تَسْلِیْماً''۔(سورہ نساء آیت65)

''پس نہیں اے محمد (ﷺ) !تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں ، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سر بسر تسلیم کرلیں ''۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اختلافی مسائل میں حکم نہ ماننے والا ایمان سے خارج ہے چاہے وہ اپنے آپ کو لاکھ مسلم یا توحیدی کہے ۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے :

''وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِیْراً''(سورہ نساء آیت115)

''اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد اور اہل ایمان کے راستے کے سوا کسی دوسرے راستے پر چلے تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بد ترین جائے قرار ہے ''۔

قرآن وحدیث راہ ہدایت ہے اور اس راہ ہدایت پر چلنا ہر مسلم پر لازم ہے لیکن جو شخص ہدایت واضح ہوجانے کے بعد بھی سنت کو ترک کردیتا ہے تو وہ رسول کی مخالفت کررہا ہے اور مؤمنین یعنی صحابہ کرام کے راستے کو چھوڑکر کسی دوسری راہ پر چل پڑا ہے تو اس کا انجام ظاہر ہے یعنی جہنم کے سوا اس کا اور کونسا ٹھکانہ

ہوسکتا ہے ؟ اس آیت سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت
ہدایت ہے اور اس کی مخالفت جہنم میں جانے کا سبب ہے ۔
ایک اور مقام پر ارشاد ہے :
''فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَة أَوْ يُصِيْبُهُمْ عَذَاب أَلِيْم ''
''پس جو لوگ رسول (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو
(کسی ناگہانی) آفت یا دردناک عذاب کے نازل ہونے سے ڈرنا چاہئیے ''۔
(سورۃ النور آیت 63)
اس مضمون کی دیگر آیات بھی موجود ہیں لیکن ہم انہی پر
اکتفا کرتے ہیں ۔

(ادارہ تحقیق وتخریج تحفظ حدیث فاؤنڈیشن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انکار حدیث سے حدیث کی طرف رجوع کرنے والے خوش نصیب اشخاص
(نوٹ) قارئین کرام یہ خطوط ہمیں ان حضرات سے میسر ہوئے ہیں
جنہوں نے ''اسلام کے مجرم کون؟''۔ تالیف
محمد حسین میمن کے دوسرے ایڈیشن کے مطالعے کے بعد
دوبارہ احادیث کی طرف رجوع کیا ہباذن اللہ
خط نمبر1
السلام علیکم !
میرا نام محمد آصف سعید ہے تعلیم B.com ہے اور ٹیکسٹائیل کی فیلڈ
سے وابستہ ہوں اور تھوڑا بہت قرآن وحدیث کا مطالعہ بھی ہے ۔
تقریبا سال بھر پہلے ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''اسلام کے مجرم
'' پڑھنے کا اتفاق ہوا موصوف نے کتاب میں ایسی زبان استعمال کی ہے
کہ پڑھنے والے کو لگتا ہے کہ یہ شخص واقعی ایک محقق اور امت کا
درد رکھنے والا مخلص آدمی ہے ۔ موصوف نے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ

کتاب کے شروع میںموضوع روایات اور صوفیا نے بدعقیدگیوں پر مبنی
کتب کے حوالے جات نقل کرکے اپنی دانست میں بڑا کمال کیا ہے لیکن
جیسے جیسے کتاب آگے پڑھتے جائیں تو وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے
قرآن وحدیث کے علم سے نوازا ہے وہ باآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ
اصل میں اس کتاب کا مقصد نبی پاک کی صحیح احادیث پر (
Criticize)کرنا اور آپ ﷺ کی احادیث میں شکوک وشبہات پیدا کرک
انکا سرے سے ہی رد کرنا ہے۔

میں نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کا مطالعہ کررکھا تھا لیکن
اس کے باوجود یہ کتاب پڑھ کر میرے ذہن میں کہیں نہ کہیں کچھ نہ
کچھ شکوک اور سوالا ت ضرور پیدا ہوئے کیونکہ اپنی دنیاوی مصروفیات
کے سبب میں جید علماء کرام کی صحبت سے زیادہ فیض یاب نہ ہوسکا
تھا اور علم حدیث سے واقفیت صرف حدیث پڑھنے اور اس پر عمل کرنے
کی کوشش کرنے کی حد تک تھی ۔

لہٰذا اب میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ اس قسم کی کتابیں
ہمارے ان نوجوان دوستوں کو تو بہت جلد حدیث سے متنفر کردیتی
ہونگی جو تعلیم یافتہ تو ہیں پر دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے ۔

الحمد للہ رب تعالیٰ کا لاکھ لاکھ کرم واحسان ہے کہ جس طرح
دین اسلام کی سچی اور پاکیزہ تعلیمات پر طعن وتشنیع کرنے والے ڈاکٹر
شبیر احمد جیسے لوگ ہیں تو وہیں اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد حسین
میمن جیسے محافظ دین بھی کھڑے کررکھے ہیں ۔

اس کتاب (اسلام کے مجرم) کے پڑھنے کے بعد میں کافی پریشان
سا ہوگیا تھا کہ کہاں جاؤں کس سے اپنی (Confusion)دور کراؤں
زندگی اتنی مصروف ہے کہ اپنے لئے بھی ٹائم نکالنا مشکل لگتا ہے اتنے
میں مجھے کسی نے بتا یا کہ اس کتاب کا جواب ''اسلام کے مجرم کون؟
'' کے عنوان سے لکھا جاچکا ہے میں نے وہ کتاب لی اور جوں جوں اسے
پڑھتا گیا میری ساری الجھنیں اور (Confusion)دور ہوتی چلی گئیں اور
جو سوالات اور شبہات ذہن میں اٹھتے تھے الحمد للہ سب کا ازالہ ہوگیا
اور اب میں رجوع کرتا ہوں ۔ اور اس کتاب کے مصنف جناب محمد
حسین میمن صاحب کے لئے دل سے دعائیں نکلیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں
جزائے خیر دے اور انہیں اور زیادہ ہمت واستقامت عطافرمائے تاکہ وہ
ایسے ہی دین کی خدمت کرتے رہیں ۔
(آمین)

خط نمبر2

السلام علیکم !

میرا نام زاہد نصیر ہے گریجویٹ ہوں اور میریJobایسی ہے کہ سال
میں 6مہینے دبئی اور شارجہ میں رہتا ہوں ، آج کل یہی ہوں میرے
دوست محمد آصف سعید نے مجھے کتاب ''اسلام کے مجرم کون؟ ''گفٹ
کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری زندگی کے بہترین تحائف میں سے
تھا اتنی بہترین تصنیف پربلاشبہ اس کے مصنف محمد حسین میمن
مبارک باد اور دعاؤں کے مستحق ہیں اس کتاب میں انہوں نے نبی کریم
ﷺ کی احادیث پر نقطہ چینی کرنے والے بے دین ڈاکٹر کے اعتراضات کا

قرآن ، حدیث ، ماڈرن سائنس ، جنرل نالج اور عقلی دلائل سے ہر جگہ
ریفرنس کے ساتھ زبردست جوابات دئیے ہیں ۔
اللہ تعالیٰ محمد حسین میمن صاحب کو طویل عمر ی اور صحت
کاملہ عطا فرمائے اور ان کے راستے کی مشکلات دور فرمائے ۔
(آمین)

خط نمبر3

السلام علیکم !

میرا نام محمدساجد ہے، ایک گارمنٹس فیکٹری میں (Contractor)ہوں
میں نے ''اسلام کے مجرم کون؟ ''پڑھی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ
اس نے اپنے دین کے سب سے ا ہم ستون یعنی حضور پاک کی احادیث
مبارکہ سے محبت اور ان پر ایمان واستقامت کو اور زیادہ بڑھانے والی
اس کتاب سے مستفید فرمایا ، محمد حسین میمن صاحب نے اتنے عمدہ
طریقہ سے دفاع حدیث کا فریضہ سرانجام دیا ہے، جو واقعی قابل قدر
اور قابل ستائش ہے، انکا علم ،ریسرچ ،اور انداز بیاں لاجواب ہے ، میری
دعا ہے کہ ان کا قلم دن دونی رات چوگنی ترقی کرے اور ایسے ہی
منکرین حدیث کو منہ توڑ جوابات سے نوازتے رہیں ۔(آمین)

خط نمبر4

السلام علیکم !

میرا نام فیصل خان ہے، تعلیمی قابلیت Mscہے، مذہبی گھرانے سے تعلق
ہے، لہٰذا قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم وتربیت پر بھی والدین نے کافی
دھیان دیا جس کی بدولت بڑے ہونے کے بعد مذہب کے حوالے سے تحقیقی
رجحان بھی آگیا ، ''اسلام کے مجرم ''نامی کتاب ایک دوست کے گھر گیا
تو اتفاقاً تھوڑی بہت پڑھ لی اور پڑھ کر حیرت ہوئی کہ ایسے لوگ بھی
ہیں کہ جو صحیح بخاری ومسلم کی احادیث کو رد کرکے ا ن پر جرح
کرنے کی جسارت رکھتے ہیں ، اب اسے میری کم علمی ہی کہیے کہ
میں اس فتنے منکرین حدیث سے ناواقف تھا میرے کو ایک صاحب
محمد آصف بھائی نے نا صرف مجھے ان کے بارے میں آگاہی دی بلکہ اس
کتاب کے جواب میں لکھی جانے والی محمد حسین میمن صاحب کی
شاندار تصنیف '' اسلام کے مجرم کون ؟ '' بھی پڑھنے کو دی تو اسے پڑھ
کر نہ صرف اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا بلکہ ایک فخریہ اولین بھی
حاصل ہوئی یہ سوچ کر کہ ابھی بھی امت محمدیہ میں کفار کی
لفاظی اور گستاخ رسول کا جواب دینے والے حضرت حسان بن ثابت
رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر انکا طرزاپنانے والے محمد حسین میمن
جیسے دفاع رسالت کرنے والے مجاہد اسلام بھی موجو د ہیں ۔
اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ۔(آمین)

خط نمبر5

السلام علیکم !

میرا نام رفیق احمد ہے، گریجویٹ ہوں اور اپنا ذاتی الیکٹرانکس کا بزنس
ہے، آپ کی نظر میں جتنی بھی کتابیں حدیث کے خلاف یا اس کے رد میں
لکھی گئی ہیں میں نے وہ سب پڑھی ہیں لیکن کبھی بھی دفاع حدیث
پر ایسی جامع کتاب نہیں پڑھی تھی جیسے کہ آپ کی کتاب ''اسلام
کے مجرم کون ؟'' میں نے اسلام کے مجرم ، میراث بابل ونینوا ، شمع

حقیقت وغیرہ سب پڑھی ہیں ۔ اور ان کتابوں اور ان کے مصنفین سے
متاثر ہوکر پوری طرح ان سے متفق تھا ۔ آپ نے جو اسلام کے مجرم
کون ؟ میں قرآن اور میڈیکل سائنس کے ساتھ عقلی دلائل سے بات کی
ہے اس سے میری سوچ میں تھوڑی تبدیلی تو آئی ہے پر اتنی نہیں کہ
میں اہلسنت والجماعت ہوجاؤں۔
ابھی میں آپ کی اور تصانیف کا بھی مطالعہ کرونگا جو مجھے ملیں گی
اور کوشش کرونگا کہ آصف بھائی کے ساتھ آپ کا کو ئی ایک آدھ لیکچر
تو ضرور اٹینڈ کروں ۔ والسلام
(محترم بھائی ہم آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہیں اور ہماری دعوت
قرآن وحدیث کی طرف ہے اور یہی منہج صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین کا بھی ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
خیر خواہی کے نام پر پہلا (1)اعتراض :
'' ائذا روی عنی حدیث فاعرضوہ کتاب اللہ فائن وافق فاقبلوہ ولا
تذروہ''
(اسلام کے
مجرم صفحہ: 3)
''تمھارے سامنے میرے اقوال پیش کئے جائیں گے تم انھیں قرآن کی
کسوٹی پر پرکھ لینا ،اگر وہ کتاب اللہ کے مطابق ہو نتو انھیں قبول کر
لینااور اگر قرآن کے مطابق نہ ہوں تو انھیں ترک کر دینا''۔
(اسلام کے
مجرم صفحہ:15)
ازالہ:۔
قارئین کرام! ڈاکٹرشبیر کی پیش کردہ روایت درج ذیل کتب میں موجود
ہے مفتاح الجنة صفحہ 52،الفوائد المجموعہ صفحہ 291 اور امام
شافعی کی کتاب الرسالہ صفحہ 170 اس روایت کی اسنادی حیثیت
کااندازہ یحیٰ بن معین کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے :
قال یحیی بن معین ھٰذا حدیث وضعہ الزنادقة وقال الخطابی کذٰلک (1)
اس حدیث کو زنادقہ(2) نے گھڑا ہے ۔لہٰذا یہ روایت جھوٹی ٰ اور
ہم صحیح حدیث کو ماننے والے ہیں ہمارا جھوٹ سے کوئی تعلق نہیں ۔
لہٰذا محدثین کا ایسی روایات سے اجتناب کرنا ہی ثابت ہے کسی نے ٰ بھی
اس جعلی روایت سے استدلال نہیں کیا ۔ عصر حاضر کے عظیم محدث
شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سلسلة الاحادیث

الضعیفہ میں ان روایات پر بحث کرتے ہوئے سب پر ضعف ہونے کا حکم لگایا ہے ۔(3)

ڈاکٹر شبیر جو روایت پیش کررہے ہیں وہ من گھڑت ہے اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایک جھوٹ ہے ، جس کو ڈاکٹرشبیربغیر کسی حوالہ کے نقل کررہے ہیں۔حیرت کی بات یہ ہے کہ انھوں نے کتاب کا نام رکھا ہے '' اسلام کے مجرم '' اور اللہ کے ﷺ رسول پر جھوٹ باندھ کر خود اسلام کے مجرم ثابت ہو گئے۔

واضح رہے کہ اس مضمون کی جس قدر احادیث ذکر کی جاتی ہیں سب کی سب جھوٹی اور من گھڑت ہیں ۔

---

(1)تذکرة الموضوعات صفحہ :28الفوائدالمجموعہ صفحہ :291

(2)وہ فرقہ ہے جو اللہ کی وحدانیت پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور کفر کو چھپاتا ہے اور ایمان کو ظاہر کرتا ہے اصلاً یہ لوگ مجوسی مذہب سے متاثر ہیں ۔

(3) سلسلة الاحادیث الضعیفہ جلد3رقم الحدیث :1091-1088

محدثین نے ان تمام کو احادیث الضعیفہ والموضوعہ میں ذکر کیا ہے (1)منکرین حدیث کا یہ عجیب انداز ہے کہ ایک طرف تو وہ احادیث صحیحہ کو بھی خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں ہیں اور دوسری طرف وہ اپنے مطلب برآوری کے لئے موضوع ومن گھڑت روایات کو حجت و دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جھوٹ کو دلیل کے طور پر وہی شخص پیش کرتا ہے کہ جو خود جھوٹا ہو ان کے اس طرز عمل سے یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ یہ فرقہ صرف اپنی بات منوانے کے لئے ہر طرح کی بات پیش کرتا ہے ورنہ اسے حق وسچ اور صداقت سے کوئی سروکار نہیں اور جو اس طرح اپنی بات منواتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اپنے نفس کی پوجا کرتے ہیں نفس کے ان پجاریوں سے خیر کی امید نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ گمراہ اور باطل پرست ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

'' أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ o''(سورة الجاثیہ آیت:23)

''کیا تم نے اس شخص کا حال بھی دیکھاکہ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الٰہ بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کردیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ، اللہ کے بعد اب کون اسے ہدایت دے گا ، کیا تم لوگ کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتے ''۔

دوسرا(2) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا و ایک کبوتری کا پیچھا کررہا ہے آپ ﷺنے فرمایا ''دیکھو ایک شیطان شیطانہ کا پیچھا کررہا ہے ۔'' (اسلام کے مجرم صفحہ: 22)

ازالہ:۔

یہ حدیث سنن أبی داؤد ، کتاب الأدب باب فی اللعب بالحمام
حدیث: 4932 اور ابن ماجہ کتاب الادب باب فی اللعب بالحمام رقم
الحدیث3765 میں موجود ہے۔
قارئین کرام ! اس روایت کو پیش کرنے کے بعد موصوف نے خاموشی
اختیار کی ہے۔ گویا اس حدیث کو بھی کوئی جرم یا افسانہ سمجھ بیٹھے
ہیں ،حالانکہ قرآن مجید میں بھی انسان کو شیطان کہا گیا ہے ،انسان
اگر اللہ کے

---

1) مزید معلومات کے لئے میری کتاب ''مراۃ القرآن ''کا مطالعہ مفید
رہے گا ، ان شاء اللہ ۔
ذکر سے دور ہوجائے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منحرف
ہوجائے تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو شیطان کہا
ہے ۔
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نِبِیٍّ عَدُوّاً شَيٰطِيْنَ الِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ (
1)
''اسی طرح ہم نے شیطان انسان اور جنوں کو نبی کا دشمن بنایا
(اور یہ شیاطین) آپس میں ایک دوسرے کو وحی
کرتے ہیں''۔
یعنی انسان اگراللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو وہ انسان شیطان ہوجاتا
ہے۔ کیونکہ نافرمانی وبغاوت شیطانی صفات ہیں ۔ جس حدیث میں
ذکر ہے کہ وہ کبوتری کا پیچھا کررہا تھا تو وہ شخص کبوتر باز تھا اور
کبوتر بازی کھیل تماشا ہے ،جو کہ آج کل عام ہے اس تماشہ کی وجہ
سے لوگوں کی اکثریت نمازوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہتی
ہے۔ اسی وجہ سے اس شخص کو شیطان کہا گیا ہے۔ جہاں تک بات
کبوتری کو ''شیطان ''کہنے کی ہے تو لغت میںالشیطان کے معنی
''سرکش اور نافرمان''کے ہیں خواہ وہ انسان ہو، جن ہو یا جانور (2)۔
صاحب عون المعبودفرماتے ہیں: ''کبوتری کو شیطان اس لئے کہا کہ وہ
کبوتری اس شخص کے لئے اللہ کے ذکر سے غفلت کا سبب بن رہی
تھی''(3)۔لہٰذا کوئی شخص اگر شریعت کے منافی کام کرے اوراللّٰہ کی
یاد سے غافل رہے تو وہ انسانیت کے دائرے سے نکل کر شیطان کے
اوصاف میں داخل ہوجائے گا اور یہی اس حدیث مبارکہ کا مطلب ہے
کہ شیطان شیطان کا پیچھا کررہاتھا لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول
تیسرا(3)اعتراض:
فرمایا نبی اکرم ﷺ نے :امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی زیاد
بیویاں ہوں ۔
(امام بخاری کتاب النکاح صفحہ:52)
(اسلام کے مجرم صفحہ: 22)
ازالہ:۔
اس روایت کو امام بخاری نے کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔
اس روایت کو نقل کرنے میں ڈاکٹرشبیر نے علمی خیانت کی ہے یہ
رسول اللہ ﷺکا قول نہیں بلکہ عبداللہ

---

(1)سورۃ الانعام،آیت 112۔
(2)المنجد صفحہ 528،لسان العرب جلد 7 صفحہ 121۔
(3)عون المعبود شرح السنن أبی داؤد جلد ۱۳صفحة:139۔
بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے ،جسے ڈاکٹرشبیر نے رسول اللہ
ﷺکی طرف منسوب کیا ہے ۔ رسول اللہ ﷺکا فرمان ہے ک
ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار(1)
''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھاتو وہ اپنا ٹھکاناجہنم میں بنالے''
قارئین کرام! مندرجہ ذیل روایت پرغور کریںتو حقیت عیاں ہو جائے گی:
عن سعید بن جبیر قال لی ابن عباس هل تزوجت ؟قلت لا،قال: فتزوج فن خیر ھٰذہ الأمة أکثرهانساءً(2)
''سعید بن جبیررحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہاکہ کیاتم نے نکاح کرلیا؟میں نے جواب دیا کہ نہیں ،تو آپ نے فرمایا کہ نکاح کرو یقینا اس امت میں بہترین وہ ہے جس کی زیادہ بیویاں ہوں''۔
قارئین کرام! قرآن کریم مسلمانوں کوایک وقت میں چار نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔
فَانْکِحُواْ مَا طَابَ لَکُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ (3)
''اور عورتوں سے بھی تمھیں جو پسند ہوں دو دو تین تین چارچارسے نکاح کرو۔''
مندرجہ بالاآیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں چارشادیوں کی اجازت موجود ہے اور یہ چار شادیاں اکثرهانساء کہلاتی ہیں(زیادہ عورتوں والے)اور ابن عباس کے قول أکثرهانساء کا مطلب بھی یہی ہے کہ چار تک نکاح کئے جاسکتے ہیں۔ اگر موجودہ زمانے کا مشاہدہ کیا جائے تو اس وقت پوری دنیا میں مردوں کی بنسبت عورتوں کی کثرت ہے اور عورتوں کے مقابلے میں مرد وںکی شرح اموات زیادہ ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت خانہ داری کرتی ہے اور مرد زمانے بھر میں گھومتا ہے حادثات کا شکار ہوتا ہے جنگ وجدل میں مارا جاتا ہے تو

---

(1)صحیح بخاری 3461 کتاب احادیث الانبیاء باب 50، صحیح مسلم 4،صحیح بخاری کتاب النکاح باب کثرۃ النساء رقم الحدیث 5069۔
(2)مسند أحمد 454/1
(3)سورۃ النساء آیت نمبر3۔
اسی لئے مردوں کی آبادی کا تناسب عورتوں کے مقابلے میں کم ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میںعورتوں کی آبادی مردوں کے مقابلے میں 80 لاکھ زائد ہے۔(1)اور قیامت کی پیشن گوئی میں سے ہے کہ ایساوقت آئے گا کہ 50 عورتوں کاکفیل ایک ہی مرد ہوگا ۔ یعنی عورتیں کافی حدتک مردوں سے تعداد میں بڑھ جائیں گی.
اسی بات کا ذکر سیدنا عبداللہ بن عباس کے قول میں ہے کہ بہترین آدمی وہ ہے جس کی زیادہ عورتیں ہوں۔یعنی زیادہ سے مراد ایک سے زیاد ہ ہوں نہ کہ چار سے زیادہ ہوں ۔اگر ایک سے زیادہ بیویوں کا رکھنا برا ہے تو ڈاکٹر شبیر قرآن کریم کی اس آیت کاکیا جواب دیں گے

کیونکہ قرآن چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔ احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ جن صحابہ کرام کے پاس چار سے زیادہ بیویاں موجود تھیں اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے انھیں چار بیویاں رکھنے کا حکم دیا اور چار سے زیادہ چھوڑنے کا فرمان جاری فرمایا البتہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں خصوصی اجازت عنایت فرمادی تھی اور آپ ﷺ کے پاس چار سے زیادہ بیویاں تھیں ۔ (دیکھئے سورۃ الاحزاب آیت:50)

چوتھا(4) اعتراض:

''نبی ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس ہررات میں دورہ فرمالیا کرتے تھے اور وہ تعداد میں ۹تھیں۔''

مزید فرماتے ہیں:

حضو ر ﷺ کو امت کی مصروفیات سے اتنی فرصت کہاں تھی اور وہ پاک ہستی تھے (معاذاللہ)جنسی مشین نہ تھے۔ (امام بخاری کتاب النکاح صفحہ:52) (اسلام کے مجرم ،صفحہ:22)

ازالہ:۔

امام بخاری نے یہ حدیث اپنی صحیح میں ذکرفرمائی اور حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

The Medical Guide.Columbia University(1)

عن أنس رضی اللہ عنہ أن النبیﷺکان یطوف علٰی نسائۂ فی لیلة واحدةولہ تسع نسوة(1)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ ک ﷺ نبی ایک (2)رات میں اپنی بیویوں کے پاس جایاکرتے تھے اور وہ تعداد میں نو تھیں''

قارئین کرام:۔ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث سے بہت غلط مفہوم ومطلب اخذ کیاہے اور انکی غلط فہمی کی وجہ لفظ ''یطوف'' ہے جس کے معنی انہوں نے جماع مراد لیا ہے حالانکہ''یطوف'' کا معنی ''دورہ کرنا '' ہے اس حدیث کی مزید وضاحت دوسری احادیث سے ہو جاتی ہے ۔

کان رسول اللہ ﷺ ائذانصرفہ من العصر دخل علی نسائہ(3)

''رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز کے بعد اپنی ازواج کے ہاں تشریف لہ جاتے ۔''

صحیح مسلم میں ہے:

ائذا صلی العصر دار علی نسائہ(4)

''آپ جب عصر کی نماز سے فارغ ہوجاتے تو اپنی ازواج کے ہاں دورہ فرماتے ۔''

اور مزید تفصیل اور توضیح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بھی ہوجاتی ہے کہ ۔

قل یوم ائلاورسول الا یطوف علینا جمیعا فیقبل ویلمس مادون الوقاع(5)

''نبی اکرم ﷺ اکثر روزانہ ہم سب کے پاس تشریف لاتے آپ پیار ومحبت کرتے چھوتے تھے مگر ہم بستری نہیں فرماتے تھے۔''
یعنی آپ روزانہ صبح وشام کے اوقات میں اپنی ازواج کی گھریلو ضروریات کو پورا کرنے اور ان کی دل جوئی

---

(1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب: 4 حدیث: 5068۔
(2) یہاں ڈاکٹر شبیر نے ''لیلۃ واحدۃ ''کا ترجمہ ہر رات کیا ہے۔ جو ان کی خیانت ہے۔
(3) صحیح بخاری کتاب النکاح رقم الحدیث 5216
(4)صحیح مسلم کتاب الطلاق باب رجوب الکفارۃعلی من حرم رقم الحدیث 3679 (5)فتح الباری جلد 8صفحہ 386

کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اگر آپ ایسانہ کرتے تو ہر بیوی کے پاس ۹دن بعد پہنچتے اور اتنے طویل عرصے تک آپ کو یہ خبر نہ ہوتی کہ وہ کس حال میں ہیں اوران پر کیا گزررہی ہے۔ لہٰذا اس مشترک وقت میں جو لیل ونہار کی ایک گھڑی تھی آپ سب کے ہاں تشریف لے جاتے۔ اور جہاں تک بات ہے ''امت کی مصروفیات اور حقوق ازواج''کی اس کے جواب میں ہم ایک غیر مسلم مؤلف پال برنٹن کے الفاظ نقل کئے دیتے ہیں۔

I could not but respect the wisdom of the Prophet(S.A.W)for so deftly teaching his followers to mingle the life of the busy world.(1)

''میں پیغمبر اسلام(ﷺ) کی دانائی کی تکریم کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے اپنے پیرو کاروںکو اتنی خوش اسلوبی کے ساتھ دینی زندگی کو دنیاوی مصروف زندگی کے ساتھ سمونا سکھا دیا۔''

پانچواں(5)اعتراض :

ڈاکٹر شبیر نے ایک روایت نقل کی ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنہا(بے نکاح) ہونے کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبوتری کو ساتھی(زوجہ) بنالو۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:22)

ازالہ:۔

اس روایت کو حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب''المنار المنیف''میں ذکر فرمایا ہے۔(2)ڈاکٹر شبیر نے اس کتاب کا نام ''البحار الحنیف '' ذکر کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ حافظ ابن قیم کی کوئی کتاب اس نام سے دستیاب نہیں۔
زیر بحث حدیث اور اس کی متعلقہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔
مذکورہ روایت کے متعلق حافظ ابن قیم جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

A search in the secret Egypt page 134(1)
(2)المنارالمنیف،ص:97
فمنها أحادیث الحمام، لایصح منها شیء
''کبوتر سے متعلق تمام احادیث غلط ومن گھڑت ہیں''

یعنی جتنی روایات کبوتر کے بارے میں وارد ہیان پر شدید ضعف کا حکم ہے ۔
آگے فرماتے ہیں:
وحدیث شکا رجل الٰی رسول اللہ ﷺ الوحد ة فقال لہ لواتخذت زوجاًمن حمام فآنسک۔
'' اور وہ حدیث ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنا ئی کی شکایت کی آپ ﷺ نے اس سے ارشادفرمایا : اگر تو ایک کبوتر کا جوڑا لے لے تاک وہ تجھے مانوس کردے اور تو اس کے چوزت بھی حاصل کرلے ۔۔۔۔۔ الآخر''
ڈاکٹر شبیرنے اس کو اپنی کتاب میں نقل کرکے کوئی نیا کام سرانجام نہیں دیا۔۔ خود محدثین ایسی روایتوں کو ناقابل اعتبار قراردے کر رد کرچکے ہیں ۔ حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیراس روایت کو جس کتاب سے نقل
کرکے اس کو اسلام باور کرانا چاہتے ہیں یہ کتاب ہی اسلام کے مجرموں کے خلاف لکھی گئی ہے۔جیساکہ پیچھے گزر چکا ہے لٰذا ایسی روایتوں سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا اس لئے اعتراض کالعدم ہے۔
چھٹا(6)اعتراض:
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں:
یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ایسی وادی میں اتریں جہاں بہت سے درخت ہوں لیکن ان کے پتے چرالئے گئے ہوںاور ایک درخت آپایسا بھی پائیں جس کے پتے چرائیں نہ گئے ہوں تو آپ ؐاپنے اونٹ کو کس درخت سہ چرائیں گے؟فرمایا اس درخت سے جس کے پتے چرائیں نہ گئے ہوں امام بخاری کہتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں صرف وہ ہی کنواری تھیں۔
(بخاری کتاب النکاح صفحہ:55)(اسلام کے مجرم صفحہ:22,23)
ازالہ:۔
اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب النکاح میں ذکر فرمایا۔۔۔(1)اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ایک مثال کے ذریعے سے ام المؤمنین عائشہ کے کنوارے پن کی فضیلت کو واضح کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف عائشہ ہی کنواری تھیں اورباقی تمام شادی شدہ تھیں۔جیساکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''فلایرد علی ذالک کون الواقع منہ الذی تزوج من الثیبات أکثر''۔(فتح الباری جلد10صفحہ 104)
قارئین کرام!آخر اس حدیث مبارکہ میں ایسا کون سا اعتراض یا برہنہ پن ہے کہ جس کی وجہ سے حدیث محل نظر بن گئی ہے۔
کیا ڈاکٹر شبیرکو قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نظر نہیں آئیں کہ جن کو پڑھ کر کوئی شخص ایک اورکتاب'' قرآن کے مجرم '' تحریر کر دے کہ یہ آیات اس قدر برہنہ ہیں کہ اللہ کا کلام نہیں ہوسکتایہ کسی''اسلام کے مجرم'' کی سازش ہے۔ملاحظہ فرمائیں:
نِسَآؤُكُمْ حَرْث لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ (2)

''تمھاری عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں پس اپنی کھیتیوں میں سے جہاں سے چاہو، آؤ۔''

فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيْفاً (3)

''پس جب اس مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو وہ حمل سے ہوگئی۔''

ڈاکٹر شبیر!اگر کسی کی آپ کی طرح سوچ ہو تو قرآن کی ان آیات کا بھی بڑا غلط اور فحش ترجمہ کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کو غلط معنوں میں استعمال بھی کیا جاسکتا ہے ،مگر ہم عقیدت میان آیات کو اللہ ہی کا کلام سمجھتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ تو پھر حدیث رسول ﷺ پر اس طرح کے اعتراضات کی بوچھاڑ کیوں؟

ساتواں(7) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

---

(1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب النکاح والأبکاررقم الحدیث،5077

(2)سورۃالبقرۃ،آیت 223

(3)سورۃالاعراف ،آیت189

حضرت عمر فاروق روزے کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے ، ماہ رمضان مینماز عشاء سے پیشتر اپنی تین تین لونڈیوں سے صحبت کرتے۔ (حجۃ الاسلام امام غزالی احیاء علوم جلددوم صفحہ 54)   (اسلام کے مجرم ،صفحہ: 23)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیرنے یہ روایت علامہ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی کی تصنیف '' احیاء علوم الدین '' سے نقل کی ہے جو دراصل تصوف پر تحریرکی گئی ہے۔ ڈاکٹر شبیرنے اپنی تصنیف میں صوفیاء کی تحریر کردہ کتابوں کے بہت سے مندرجات واقتباسات پیش کئے ہیں جو کہ واقعی کافی شرمناک اور ناقابل بیان ہیں۔ نام نہاد صوفیوں اور زاہدوں نے اسلام کے شعائر کا جس طرح مذاق اڑایا ہے اوردین اسلام کی بنیاد توحید الٰہی اور اسلام کی کوہان جہاد فی سبیل اللہ کے خلاف جو تلبیسات تصوف کے نام پر کی ہیں وہ واقعی اسلام کے خلاف ایک عظیم ترین جرم ہے ۔ آپ کی نقل کردہ صوفیوں کی ان عبارات سے ہم بالکل اتفاق نہیںکرتے ۔ مگر آپ نے ان صوفیوں کے ساتھ ساتھ صحیح احادیث کوبھی طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہے اور دین اسلام کے ایک عظیم علمی مأخذ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لئے ہمیں قلم اٹھانا پڑا۔ اس کتاب میں ہم ان صحیح احادیث جنھیں آپ نے بڑی ڈھٹائی سے علمی خیانت ،معنوی تحریف اوراپنے رافضانہ انداز کے ساتھ نقل کیا ہے (جو کہ یقینا ایک جھوٹ اور فراڈ کا ملمع ہے) کاببانگ دہل دفاع کریں گے اور جہاں تک احیاء علوم الدین کا تعلق ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ احیاء دراصل تصوف کی معرکۃ آر ا کتاب ہے اسلام کی نہیں۔ اسلام نام ہے قرآن وصحیح حدیث کا نہ کہ صوفیا ،مجذوبوں اورزاہدوں کے خودساختہ اوربے حیاء عارفانہ کلام کا۔ احیاء العلوم کی فنی حیثیت کیا ہے؟ امام زین الدین عراقی نے جب اس کی تحقیق وتخریج کی تو اس میںتقریباً 950احادیث من گھڑت ثابت

وئیںعلام تاج الدین السبکی ن طبقات الشافیع(1)میں امام غزالی کی پیش کرد ب سند احادیث پر مستقل ایک باب باندھا جو 100س زائد صفحات پر مشتمل
ڈاکٹر شبیرکی پیش کرد روایت کی کوئی حیثیت نیں اور م ان س اتفاق کرت یں ک واقعی ی

---

(۱)طبقات الشافیع جلد6ص287,389
روایت اسلام ک مجرموں ن گھڑی
آٹھواں (8)اعتراض:
ڈاکٹر شبیررقمطراز یں:
عائش فرماتی یں:رسول الل اورمیں ایک ٹب میں نات تھ اور و حالت حیض میں مجھ س اختلاط فرمایا کرت تھ
(اسلام ک مجرم،صفح:26)
ازال:
ی روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ س منقول :
عن عائش قالت کنت أغتسل أنا والنبی من ائناء واحد کلانا جنب وکان یأمرنی فأ تَّزرفیبا شرنی وأنا حائض(1)
''سید عائش رضی الل عنا فرماتی یں ک میں اور الل ک نبی ایک ی برتن س غسل فرمات تھ اور م جنبی وت اور آپ مجھ ازار باندھن کا حکم دیت اور مجھ س حالت حیض میں اختلاط فرمات''
ڈاکٹر شبیرن یاں حدیث کا ترجم کرت وئ تلبیس س کام لیا اور ترجم کیا ک رسول الل اور میں ایک ٹب میں ناتتھ حالانک صحیح ترجم ی ک ایک ٹب س ناتتھقارئین کرام !اس حدیث س جس مسئل کی وضاحت وتی و صرف ی ک شور اپنی بیوی ک ساتھ غسل کرسکتا آخر اس میں اعتراض کی کیا بات ؟ اگر م اس حدیث کا پس منظر دیکھیں تو اعتراض کی کوئی حقیقت باقی نیں رتی
عن عائشة زوج النبی أنهاقالت کنت أنام بین یدی رسول اللورجلای فی قبلت فذا سجد غمزنی فقبضت رجلیَّ وذا قام بسطتهاقالت والبیوت یومئذٍلیس فیها مصابیح(2)
''ام المؤمنین عائش رضی الل عنا فرماتی یں ک میں رسول الل ک سامن لیٹی وتی تھی اور میر پاؤں

---

(1)صحیح بخاری کتاب الحیض،باب مباشرۃ الحائض رقم الحدیث 299,300
(2)صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب ۱۰٤ح۵۱۳صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب ۵۱ح ۲۷۲ مؤطا مام مالک باب المرأۃتکون بین الرجل یصلی رقم الحدیث 288
آپ ک سامن قبل کی جانب وت تھ پس جب آپ سجد کرت تو میر پاؤں کو دبات میں اپن پاؤں سمیٹ لیتی پھر جب آپ کھڑ

ہوجاتے تو میں پیر پھیلالیتی، والبیو ت یومئذ لیس فیھامصابیح اور ان
دنوں (ہمارے)گھر ومیں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔''
ایک اور روایت میں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں:
عن عائشة قالت:۔فقدت رسول اللہ ﷺلیلة من الفراش فالتمستفوقعت
یدی علی بطن قدمیہ وھو فی المسجدوھما منصوبتان(1)
''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:میں نے ایک رات رسول اللہ
ﷺ کو بستر سے گم پایا تو میں نے آپ ﷺ کو تلاش کرنا شروع کیا تو میر
ہاتھ آپ ﷺکے قدموں کے تلووں پر لگے اور آپ سجد کی حالت میں
تھے۔''
مندرجہ بالااحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ک گھر میں
عموماً اندھیرا رہا کرتا تھا اور چراغ تک موجود نہ تھا تو اس قدر اندھیرے
میں ایک دوسرے کو دیکھنا محال تھا ۔ رہی بات پردہ پوشی کی تو
حدیث میں صراحت موجود ہے کہ '' من ناء بینی وبینہ واحد '' (2)کہ ہم
ایک ٹب سے نہاتے تھے جو ہمارے درمیان رکھا
ہوتا تھا لہٰذا یہ ٹب دونوں کے درمیان پردہ کا کام بھی کرتا تھا'
اگر اعتراض اس بات پر ہے کہ یہ فحش الفاظ احادیث رسول اللہ
ﷺکس طرح ہوسکتے ہیں ۔ یا اس طرح کی حدیث کو بنیاد بناکر غیر
مسلم اسلام پر بہ ہودہ اعتراض کرتے ہیں وغیرہ۔ تو یہ کوئی نئی بات
نہیں ہے۔ مشرکین شروع دن ہی سے اسی طرح اسلام و مسلمانوں کو
طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے رہے ہیں جیساکہ حدیث میں ہے۔
''عن سلمان قال:قال بعض المشرکین وھم یستھزؤن بہ ائنی لأری
صاحبکم یعلمکم حتی الخراء ة قال سلمان أجل أمرناأن لانستقبل القبلة
ولا نستنجی بأیماننا ولا نکتفی بدون ثلاثة أحجارلیس فیھا رجیع ولا عظم''۔
(3)
''سیدناسلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے
ہیں کہ بعض مشرکوں نے بطور استہزاء کہا کہ

---

(1)صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود رقم الحدیث۔486
(2)صحیح مسلم کتاب الحیض باب قدر المستحب من الماء رقم الحدیث 321
(3)صحیح مسلم کتاب الطھارہ باب۱۷ح ۵۷/۲۶۲ ۔مسند احمد 5/437رقم الحدیث ۲٤۱۰۳

میں تمھارے ساتھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمھیں ہر چیز
کی تعلیم دیتے ہیں یہاں تک کہ قضائے حاجت کے طریقے بھی بتاتے
ہیں ۔تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ۔بالکل درست بات
ہے آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی جانب منہ نہ کریں اور
نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کریں اور تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء نہ
کریں نیز ڈھیلوں میں گوبر اور ہڈی نہ ہو ۔''
مذکورہ روایت میں صحابی رسول نے کس قدر فخر کے ساتھ طہارت پر
مبنی مسائل کو بیان فرمایا اور ذرہ برابر بھی احساس کمتری کا شکار

نہیں ہوئے۔ عرض یہ ہے کہ جس چیز کو آپ اسلام کا جرم سمجھ رہے
ہیں یہ صحیح احادیث پر مبنی اس سرمائے پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اور''
ڈنکے کی چوٹ'' کہتے ہیں کہ دین اسلام ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات
ہے کہ ہمیں اپنی رہنمائی کے لئے باہر جانے کی تکلیف بھی نہیں دیتا۔
کیونکہ اللہ کے نبی محمد ﷺ ک تمام تر واقعات اور نبوت کی مکمل
زندگی ہمارے پا س محفوظ ہے یہی کمال ہے صحیح احادیث کا ورنہ
اگر ہم عیسائیت کی طرف دیکھتے ہیں تو وہاں عیسیٰ علیہ السلام کے
پچاس دن سے زیادہ کچھ محفوظ نہیں ہے ۔(1) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے
امت محمدیہ ہکو حکم دیاک:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَة حَسَنَة (2) ''یقینا تمہارے لئے
اللہ کے رسول ﷺ(کی ذات)میں بہترین نمونہ ہے'' ی کا
تقاضا تھا کہ احادیث کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ ک شب وروز اعمال و
اقوال اور خلوت وجلوت کے اسوہ سے ضابطہ حیات تیار کروایا جارہا ہے
۔مسائل ڈھل رہے ہیں۔ حلال وحرام ،جائز وناجائز میں احادیث وسنن
کے ذریعہ امتیاز کیا جارہا ہے ۔آپ کو یہاںاسوئہ رسول ﷺ سے ہر و
چیز دستیاب ہوگی جس سے تہذیب وتمدن اور انسانی ضابطہ حیات پر
روشنی پڑتی ہو ۔ایسے بیش بہا سرمائے پر فخر کرنا چاہئے نہ کہ
احساس کمتری کا شکار ہوکر ان پراعتراضات شروع کردئیے جائیں ۔
بالفرض اگر کوئی دشمن اسلام قرآن کی کسی آیت پر اعتراض کردے
مثلاً ''أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُوْنَ (3)کہ اچھا ذرا یہ بتلاؤ کہ جو منی تم ٹپکاتے
ہو .یا سورئہ مریم میں سیدہ مریم علیہا السلام کے حاملہ ہونے کا ذکر
ہے ۔تو ہم اس اعتراض کاکیا جواب دیں گے؟ یقینا ہم اس کی توضیح
کریں گے جب قرآن مجید کے لئے ہم تاویل کرسکتے ہیں تو حدیث کے لئے
کیوں تاویل نہیں کرسکتے ؟۔

---

(1) (2) Britannica encyclopedia vol:13.pag:13-17 سورة الاحزاب ،آیت 21
(3)سورة الواقعہ ،آیت 58

نواں (9) اعتراض:

ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں ۔
رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جابر بن عبداللہ کو سرزنش کی کہ تم نہ
شوہر دیدہ (بیوہ)عورت سے نکاح کیوں کیا؟کنواری نو عمر لڑکی سے
نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی ۔(بخاری کتاب
النکاح صفحہ: 56)

مزید فرماتے ہیں :آپ تو بیواؤں اور بے سہاروں کا سہارا تھے ۔
(اسلام کے مجرم صفحہ :26)

ازالہ:۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں اس طرح موجود ہے :
عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال:قفلنا مع النبی من غزوۃ،
فتعجّلت علی بعیرلی قطوف، فلحقنی راکب من خلفی، فنخس بعیری
بعنزة کانت معہ، فانطلق بعیری کأجودماأنت راء من الابل فاذالنبی،

فقال:مایعجلک؟قلت:کنت حدیث عهد بعرس قال:أبکراأم ثیبا؟قلت:ثیباً۔
قال:فهلاجاریةً تلاعبها وتلاعبک؟قال:فلما ذهبنا لندخل قال:أمهلوا حتی
تدخلوا لیلاً أی عشائً لکی تمتشط الشعثة،وتستحد المغیبة ۔(1)
''فرماتے ہیں میری ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے
استفسار فرمایا کہ کنواری سے شادی کی ہے یا شادی شدہ (بیوہ یا
طلاق یافتہ) سے ؟تو میں نے عرض کیا کہ شادی شدہ عورت سے ۔ آپ
نے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تاکہ تم اس سے
کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی ۔''
ڈاکٹر صاحب کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے
سیدنا جابررضی اللہ عنہ کو کنواری عورت سے شادی نہ کرنے پر
سرزنش فرمائی یعنی جابر کو بیواؤں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا۔
حالانکہ یہ بات غلط فہمی پر مبنی ہے ۔
اگر ہم اس حدیث مبارکہ کے پس منظر پر نظر ڈالیں تو یہ حدیث
بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے ۔غزوۂ احد

---

(1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الثیبات رقم الحدیث 5079
میں سیدنا جابررضی اللہ عنہ کے والدگرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ
عنہ شہید ہوگئے تھے اور اپنے اوپر کچھ قرضہ اور نو بیٹیاں سوگوار
چھوڑ گئے تھے ۔اپنی بہنوں کی تعلیم وتربیت کے لئے جابر رضی اللہ عنہ
نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو عمر میں پختہ اور پہلے سے شادی
شدہ تھیں۔جابررضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
کن لی أخوات فأحببت أن أتزوج امرأة تجمعهن وتمشطهن وتقوم علیهن(1)
''میری کچھ بہنیں تھیں تو میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے شادی
کروں جو انھیں جمع کرکے رکھے، ان کے بال سنوارے اور ان کی دیکھ بال
کرے ۔''
کنواری عورت سے شادی نہ کرنے کی وجہ بھی خود بیان فرماتے ہیں کہ
هلک أبی وترک تسع بنات فتزوجت ثیبا کرهت أن أجیئهن بمثلهن ۔
''میرے والد کا انتقال ہوگیا اور انهوں نے اپنے پیچھے نو بیٹیاں چھوڑیں پس
اس لئے میں نے بیوہ سے شادی کی مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ میں
اپنی بہنوں پر ان جیسی ہی کوئی لڑکی لے آؤں''(2)
اس پس منظر سے جو مفہوم نکلتا ہے وہ یہ ہے :
رسول اللہ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ تم نے نکاح
ثیبہ (شادی شدہ) سے کیا ہے یا باکرہ(کنواری)سے ؟تو ان کا جواب سن
کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باکرہ سے نکاح کرتے کہ تم اس
سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی ۔جابررضی اللہ عنہ نے ثیبہ سے نکاح
کرنے کی وجہ بیان کی کہ میں نے ثیبہ سے نکاح اپنے گھر کی دیکھ بھال
اور بہنوں کی تربیت کی خاطر کیا۔ آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا
اور دعا دی:''بارک اللہ لک ''(3)

اللہ تجھے برکت دے ۔اگر جابررضی اللہ عنہ کے پاس یہ مجبوری نہ ہوتی تو آپ یقینا باکرہ ہی سے نکاح کرتے اور رہی بات اللہ کے رسول ﷺ کی باکرہ سے نکاح کی ترغیب دلانا تو اس کے دو جواب یں :

(1)''نبی ﷺ کا فرمان :

عليكم بالأبكارفانهن أعذب أفواهاً وأنتق أرحاماً وأر ضى باليسير(4)

''کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو اس لئے کہ وہ شیریںزبان ہوتی ہیں ، ان سے اولاد زیادہ ہوتی ہے۔

---

(1)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

(2)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

(3)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

(4)ابن ماجہ کتاب النکاح باب تزویج الأبکار رقم الحدیث 1861حسنہ الألبانی اور وہ قلیل عطیہ پر خوش ہوجاتی ہیں''(1)

(2)''عرب میں کنواری لڑکیوں سے نکاح کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ''۔

ویر غب العرب فی التزوج بالأبکار ،ویفضلون الأبکار الصغار علی الأبکار الکبار(2)

'' اہل عرب کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے تھے اور کم عمر کنواری لڑکیوں کو بڑی عمر کی کنواری لڑکیوں پر فضیلت دیتے تھے ۔''

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنواری لڑکیوں سے نکاح کی ترغیب دلائی مگر شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے سے منع بھی نہیں فرمایا ۔جیساکہ جابر رضی اللہ عنہ کو نکاح کے بعد دعا دی۔ خود آپکی گیارہ بیویوں میں سے صرف ایک ہی کنواری تھیں ۔کاش ڈاکٹر شبیرتھوڑی بہت تحقیق کرلیتے تو انھیں احادیث پر اعتراض کرنے کی جسارت نہ ہوتی ۔

بالفرض اگر رسول اللہ ﷺ کے اس عمل ک موافق عمل شروع کردیا جائے (یعنی شادی شدہ عورتوں سے نکاح)تو پھر کنواری عورتوں سے کون نکاح کرے گا اور خود ڈاکٹر شبیرکا اس بارے میں طرز عمل کیاہوگا ؟

دسواں(10) اعتراض:

ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں ،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد لوگوں پر عورت س بڑھ کر فتنہ کوئی نہیں''

(بخاری کتاب النکاح صفحہ:61) (اسلام کے مجرم صفحہ:26)

ازالہ :

ڈاکٹر شبیرکی نقل کردہ حدیث صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے :

ماترکت بعد ی فتنة أضر علی الرجال من النساء (3)

---

(1)یہ روایت ضعیف ہے مگر اسے بطور شاہد کے پیش کیا گیا ہے۔(ابو جابر)

(2)المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام جلد 4صفحہ: 474
(3) صحیح بخاری کتاب النکاح باب ما یتقی من شؤم المرأة رقم الحدیث 5096،
''رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے اپنے بعد (اپنی امت)کے مردوں پر عورت سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا''۔
ڈاکٹر شبیرکا اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عورت کو فتنہ قرار دے رہے ہیں اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کی ہونہیں سکتی بلکہ کسی اسلام کے مجرم کی سازش ہے۔ جس نے اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔
اس حدیث پر غور کیا جائے تو عمومی طور پر عورت کو فتنہ قرار نہیں دیا گیا ،بلکہ ان عورتوں کو فتنہ قرار دیا گیا ہے کہ جن کے سبب سے انسان اللہ کی یاد اورجہاد وغیرہ سے دور ہوکر دنیاوی شہوات میںپڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے :
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآئِ (1)
'' مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کردی گئی ہیں جیسے عورتیں''
اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام کے حکومتی زوال میں عورت (مسلم، یہودونصرانی)نے اہم کردار ادا کیا ہے (2)یہی وجہ ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے صلیبی جنگوں کے لئے سپاہیوں کے انتخاب میں یہ شرط عائد کی تھی کہ انکی رغبت عورتوں میں کم ہو۔آج اس جدید میڈیا کے دور میں کسی چیز کی اشتہار بازی کے لئے عورت کی عریانی وفحاشی کو جس طرح ماڈل بناکر پیش کیا جارہا ہے وہ بیان کی محتاج نہیں۔ بلکہ عورت ذات کی ہر جگہ فحش تصاویر آویزاں کرکے اسے بے شرم اور بے حیاء بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں اور اس طرح عورت کو جس قدر بدنام اور رسوا کیا جارہا ہے اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں کیا ڈاکٹر موصوف نے اس زاویہ نظر سے بھی کبھی عورت کا مطالعہ کیا ہے اور اس گوشہ پر بھی کبھی درد دل کے ساتھ غور وتدبر کیا ہے ؟هل منكم رجل رشيد۔اب موصوف ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس قسم کی عورتیں فتنہ نہیں تو اور کیا ہیں ؟
اگر اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورتوں کو فتنہ قرار دیا تو دوسری جگہ عورت کو ماں کی شکل میں عزت دے کر جنت اس کے قدموں میں لارکھ دی ۔اسی عورت ذات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ
الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة(3)

---

(1)سورة آل عمران آیت: 14 (2)تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں تاریخ اندلس وبنات الصلیب ۔
(3) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب میر متاع الدنیا رقم الحدیث 1467,
''دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین سروسامان صالح عورت ہے ۔''
حیرت ہے ڈاکٹر شبیرکو اعتراض کے لئے صحیح بخاری کی حدیث تو نظر آگئی مگر صحیح مسلم کی مذکورہ روایت جو کہ عورت کے فضائل

ومناقب میں ہے نظروں سے اوجھل ہوگئی ہےنیز موصوف!قرآن کی اس آیت کا آپ کیا جواب دیں گے ؟
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوّاً لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (1)
'' اے ایمان والو!بے شک تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں پس ان سے بچو''۔
اگر ہم قرآن کریم کی آیت کے پس منظر کی طرف بھی دیکھیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بیویاں اور اولاد کس طرح فتنے کا سبب ہیں امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع الترمذی میں ذکر فرمایا کہ :
''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے یہ آیت پوچھی اے ایمان والوں تمہاری بیبیوں اور اولاد سے بعض تمہارے دشمن ہیں سوا ن سے بچو، کس کے حق میں اتری انہوں نے کہا کہ وہ کچھ لوگ تھے کہ اسلام لائے تھے مکے میں اور ارادہ کیا انہوں نے کہ آپ ﷺ کے پا س حاضر ہوںاور ان کی عورتوں اور اولاد نے روکا پھر جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے لوگوں کو دیکھا کہ دین میں بہت ہوشیار ہوگئے اور ارادہ کیا انہوں نے کہ اپنی اولاد کو سزا دیں سو اللہ نے یہ آیت اتاری ''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوّاً لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ''۔ (ترمذی مع تحفۃ کتاب التفسیر جلد 9رقم الحدیث 3317)
لہٰذا قارئین کرام ! قرآن کریم کی آیت اور حدیث کے بیان سےٰ واضح ہوتا ہے کہ فتنے سے مراد یہاں مطلق عورتیں نہیں بلکہ وہ عورتیں اور اولاد ہیں جو اللہ کے راستے یا اللہ کے ذکر سے روکیں ۔
لہٰذا حدیث اعتراض سے پاک ہےٰ
گیارہواں (11) اعتراض :
ڈاکٹر شبیرحافظ ابن قیم کی کتاب زادالمعاد کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ اونٹنی کے تازہ دودھ اور پیشاب کو ملاکر پینا بہت سے امراض کے لئے شافی دوا ہے ۔ (اسلا م کے مجرم صفحہ :27)
ازالہ:۔

---

(1)سورۃالتغابن ،آیت :14
ڈاکٹر شبیرنے جس قول کو نقل کیا ہے اس کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے ۔
عن أنس أن ناساًاجتووا فی المدینة فأمرهم النبی أن یلحقوا براعیہ ، یعنی الابلفیشربوا
من ألبانها وأبوالها فلحقوا براعیہ فشربوامن ألبانها وأبوالهاحتٰی صلحت أبدانهم (1)
'' قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ رسول الل ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آنے پر وہ لوگ بیمار ہوگئے ،(ان کو استسقاء یعنی پیٹ میں یا پھیپھڑوں میں پانی بھرنے والی بیماری ہوگئی) رسول اللہ ﷺ نے ان ک لئے اونٹنی کے دودھ اور پیشاب کو ملاکر پینے کی دوا تجویز فرمائی ، یہاںتک کہ اسے پی کروہ لوگ تندرست ہوگئے ''۔
قارئین کرام ! اس حدیث پر اعتراض شاید اس وجہ سے کیا گیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اونٹنی کا پیشاب پلوایا جوکہ حرام ہے

رسول اللہ ﷺ کی پاکباز ہستی سے ایسا حکم وکلام کا صادر ہونا بعیدازعقل ہے۔غالباً ڈاکٹر شبیرکی بھی یہی منشاہے۔اس اعتراض کے دو جوابات ہیں :(1)نقلاً(2)عقلاً۔

قرآن مجید میں حلال وحرام سے متعلق کچھ اشیاکا ذکر ہوا ہے :

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ(2)

'' تم پر مردار ،خون ، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے۔ ''

اللہ تعالیٰ نے بالکلیہ اصولی طور پر مندرجہ بالا اشیا کو اہل ایمان پر حرام کر ڈالا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی کچھ استثنابھی کردیا ۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلاَ عَادٍ فَلا اِثْمَ عَلَيْهِ ط

''جو شخص مجبور (بھوک کی شدت سے موت کا خوف)ہوجائے تو اس پر (ان کے کھانے میں)کوئی گناہ نہیں بس وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو ''(3)

اگرضرورت کے وقت حرام جانوروں کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے تو حلال جانور کے پیشاب کو عندالضرورت دوا کے لئے استعمال کرنے کو کس نے روکاہے ؟جب مردار اور حرام جانوروں کو عندالضرورت جائز قرار دیا گیا ہے تو پھر پیشاب کے استعمال میں کیا پریشانی ہے ؟

---

1)صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بأبوال ال بل رقم الحدیث 5686

(2)سورۃ البقرۃ ،آیت 172

(3)سورۃ البقرۃ ،آیت 173

ڈاکٹر شبیرنے حدیث رسول ﷺ کو پرکھنے کے لئے خود ساختہ اصول پیش کیا ہے کہ (ہر حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے) قرآن میں توکسی بھی مقام پر اونٹنی کے پیشاب کو حرام قرار نہیں دیا گیا ۔لہٰذا یہ حدیث قرآن کے متعارض نہیں ہے ۔

جدید سائنس کے ذریعہ علاج نبوی ﷺ کی تائید

خلاصہ:جس طرح اضطراری کیفیت میں قرآن حرام اشیا کی رخصت دیتا ہے اسی طرح حدیث نے بھی اونٹنی کے پیشاب کو اس کے دودھ میں ملاکر ایک مخصوص بیماری میں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے ۔

عکل اور عرینہ کے لوگوں میں جو بیماری تھی اسے موجودہ طبی سائنس میں پلیورل ایفیوزن (Pleural Effusion)اور ایسائٹیز(Ascites)کہا جاتا ہے یہ انتہائی موذی مرض ہے ۔پلیورل ایفیوزن کے مریض کو بے حس کر کے پسلیوں کے درمیان آپریشن کر کے سوراخ کیا جاتا ہے ۔اس سوراخ سے پھیپھڑوں میں چیسٹ ٹیوب(Chest Tube)داخل کی جاتی ہے اور اس ٹیوب کے ذریعے سے مریض کے پھیپھڑوں کا پانی آہستہ آہستہ خارج ہوتا ہے ،اس عمل کا دورانیہ 6سے 8ہفتے ہے(اس مکمل عرصے میں مریض ناقابل برداشت درد کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے ۔ اور بعض اوقات تو وہ موت کی دعائیں مانگ رہا ہوتا ہے۔یہ حالت میں نے خود کراچی کے ہسپتالوں میں ان وارڈز کے دورے کے دوران دیکھی ہے)۔ایسائٹیز کے مریض کے پیٹ میں موٹی سرنج داخل کر کے پیٹ کا پانی نکالا جاتا ہے ۔یہ عمل باربار دہرایا جاتا ہے ۔ان

دونوں طریقوں میں مریض کو مکمل یا جزوی طور پر بے حس کیا جاتا ہے۔ (1)
اللہ کے نبی ﷺ نے خیرالقرون میں اس بیماری کا علاج اونٹنی کا دودھ اور پیشاب تجویز فرمایا تھا جو کہ آج بھی کار آمد ہے ۔ڈاکٹر خالد غزنوی اپنی کتاب علاج نبوی اور جدید سائنس میں تحریر فرماتے ہیں :
''ہمارے پاس اسی طرح کے مریض لائے گئے عموماً4 سال سے کم عمر کے بچے اس کا شکار تھے۔ ہم نے ﷺ محمد کی اس حدیث پر عمل کیا اونٹنی کا دودھ اور پیشاب منگوایا اور دونوں کو ملاکر ان بچوں کو پلادیاکچھ ہی عرصے بعدان کے پھیپھڑوں اور پیٹ کا سارا پانی پیشاب کے ذریعے باہر آگیا اور بچے صحت یاب ہوگئے۔وللہ الحمد،اور آج وہ جوان ہیں''۔(2) (مزید معلومات کے لئے میری کتاب قرآن مقدس کا مطالعہ مفید رہے گا۔)

---

(1)Short Practice of Surgery page 698-703 & 948-950
(2)علاج نبوی اور جدید سائنس جلد 3بابAscites

بارہواں(12) اعتراض :
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں :
''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منگل خون کا دن ہے اس دن خون تھمتا ہی نہیں ''
(ابوداؤد حدیث: 3862)   (اسلام کے مجرم صفحہ: 27)
ازالہ:۔
یہ روایت سنن ابی داؤد میں موجو دہے :
عن کیسہ بنت ابی بکرہ أن أبا ھا کان ینھی أھلہ عن الحجامة یوم الثلاثا ء ویزعم ان رسول اللہ ﷺقال: أن یوم الثلاثاء یوم الدم وفیہ ساعة لایرقأ۔(1)
'' کیسہ بنت ابی بکر ہ سے روایت ہے کہ ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے روز حجامت سے منع فرماتے تھے ان کے زعم میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ منگل کا دن خون کا دن ہے اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں خون تھمتا ہی نہیں ۔''
ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ روایت ضعیف ہے ۔صاحب عون المعبود نے امام جلالدین سیوطی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ
'' أوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات''(2)
'' اس حدیث کو ابن جوزی نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے ۔''
اس کی سند میں ایک راوی بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرة الثقفی ہے ۔ جو کہ اس روایت کے قبول کرنے کے لئے حجت نہیں اوراس روایت کو قبول کرنے کی راہ میں حائل ہے۔امام محمد بن عمروالعقیلی فرماتے ہیں :
لایتابع علی حدیثہ فی ترک الحجامة یوم الثلاثا ء الذی فیہ ساعة لایرقأ فیھا الدم (3)

''بکاربن عبدالعزیز کی وہ روایت جس میں منگل کے روز حجامت سے
منع فرمایا گیا ہے، کی کوئی متابعت نہیں ہے اس لئے وہ ضعیف ہے ۔''
مزید اس کی سند میں کیسۃ بنت ابی بکرۃ کے متعلق حافظ ابن حجر
فرماتے ہیں کہ :

---

(1) ابو داؤد کتاب الطب باب متی تستحب الحجامۃ (3862
2)عون المعبود جلد 10صفحہ 192
(3)کتا ب الضعفاء جلد 1صفحہ 172،تہذیب التہذیب جلد 1صفحہ 499

لا یعرف حالھا (1)
''اس کا حال معروف نہیں ہے''
والحدیث ضعفہ البیھقی (2)
''اس حدیث کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے ۔''
الغرض جب یہ روایت ضعیف ہے تو اس کا جواب دینا ضروری نہیں ۔
ڈاکٹرشبیر خود کو اپنے تئیں بہت بڑا محقق گردانتے ہیاور بقول ان کے
ان کو مختلف زبانوںپر عبوربھی حاصل ہے جبکہ وہ احادیث وآثار نقل
کرتے وقت کافی تساہل اور بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اکثر ان
احادیث پر اعتراض کرتے ہیں جن کو محدثین کرام نے پہلے ہی من
گھڑت وموضوع کہہ کر رد کردیاہے ۔ مذکورہ بالا حدیث بھی اسی
قبیل سے ہے۔ کاش ڈاکٹر شبیرروایات کو نقل کرنے سے پہلے تحقیق
کرلیا کرتے تو انہیں اعتراض کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی ۔دراصل
جیساکہ مشہور بات ہے کہ:لِکُلِّفَنٍّ رِجَال ''ہر فن کے لئے رجا ل ہوتے
ہیں ''۔ تو موصوف اس فن کے رجل ہی نہیں ہیں اور اس فن کی یا تو
انہیں کوئی شد بد حاصل ہی نہیں ہے ۔ اور اگر وہ اس کی کچھ شد بد
رکھتے ہیں تو وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں البتہ وہ ایک فن
جانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ پر خواہ مخوا
اعتراضات ۔ اور اس فن میں وہ کافی ماہر ہیں ۔
تیرہواں (13)اعتراض :
ڈاکٹر شبیررقمطرازہیں ،
ایک حسین عورت نبی ﷺ کے پیچھے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے آیا کرتی
تھی کچھ صحابہ جان بوجھ کر پیچھے
کی صف میں شریک ہوتے تھے تاکہ رکوع کی حالت میں اسے جھانکتے
رہیں ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیاور
پچھلوں کو بھی (اس آیت کا یہی مطلب امام ترمذی بیان کرتے ہیں
یعنی اس عورت کو تاکنے والے)کیا صحابہ کا یہی کردار تھا ظاہر ہے کہ
یہ روایت دشمنوں کی وضع کردہ ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ :
29)
ازالہ :۔
جامع ترمذی میں یہ روایت منقول ہے:

---

(1)تقریب التہذیب جلد 1صفحہ 95 (2)انوارالصحیفہ صفحہ 98،حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

عن ابن عباس قال کانت امرأة تصلی خلف رسول اللا حسنا ء من
أحسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتٰی یکون فی الصف الأول لئلا
یراھا ، ویستأخر بعضھم حتٰی یکون فی الصف المؤخر ،فاء ذا رکع نظر
من تحت ائبطیہ فأنزل اللہ تعالیٰ (1) (وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ
وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِیْنَ) (2)
''سیدناعبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک خوبصورت سی عورت
اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تھی پس بعض لو گ
صف اول میں داخل ہوجاتے تاکہ اس عورت کو نہ دیکھیں اور بعض
پچھلی صفوں میںہوجاتے پس جب رکوع کرتے تو اپنی بغلوں سے جھانک
کر اس عورت کو دیکھتے پس اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل
فرمائی:''ہم خوب جانتے ہیں تم میں سے ان لوگوں کو جو آگے بڑھنے
والے ہیں اور ان لوگوں کو جو پیچھے ہٹنے والے ہیں'۔''
ڈاکٹر شبیرنے اس حدیث کے ترجمے میں بہت زیادہ علمی خیانت کی
ہے۔ حدیث کے الفاظ ''بعض القوم '' (کچھ لوگ)کا ترجمہ ''کچھ صحابہ
''کیا ہے۔ جس سے ان کی حدیث وصحابہ دشمنی ظاہر ہوتی ہے۔مزید
برانڈاکٹر موصوف لکھتے :''اس آیت کا یہی مطلب امام ترمذی بیان
کرتے ہیں یعنی اس عورت کو تاکنے والے '' یہ عبارت ڈاکٹر شبیر کی
وضع کردہ ہے۔یہ ایک جھوٹ ہے۔ جو ڈاکٹر شبیر نے امام ترمذی پر
چسپاں کیا ہے۔ یہ قول جامع ترمذی میں کہیں منقول نہیں ہرسول اللہ
ﷺ کے دور میں منافقین بھی موجود تھے اور اس طرح کی حرکتیں ان ہی
سے ممکن تھیں جیساکہ غزوئہ حنین کے موقع پر منافقین نے یہ عذر بھی
تراشا تھا کہ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلاَ تَفْتِنِّیْ أَلاَ فِیْ الْفِتْنَۃِ سَقَطُواْ (3)
اور ان (منافقین) میں سے بعض وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں مجھے
رخصت دے دو اور مجھے فتنے میںنہ ڈالو ''۔ یعنی روم کی عورتیں بہت
خوبصورت اور حسین ہوتی ہیں اور میں وہاں جاکر فتنے میں نہ
پڑجاؤں (4)اب اس بات کو صحابہ کرام جیسی مقدس ہستیوں پر
چسپاں کرنا ایک زبر دست بہتان ہے ۔

---

(1)جامع ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورة الحجر رقم الحدیث 3122
(2)الحجر آیت 24 (3)سورة توبہ آیت 49)
4)دیکھئے تفسیر ابن کثیر

اس روایت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین پر کوئی حرف
نہیں آتا کیونکہ روایت میں ہے '' ویستا خر بعضھم '' بعض لوگ پیچھے
صف میں ہوتے تھے ۔ تو یہاں مرادصحابہ رضی اللہ عنھم نہیں ہیں
بلکہ ابو داؤد الطیالسی کی روایت میں ہے کہ
فکان أحدھم ینظر ائلیھامن تحت ائبطہ (1)
''ان میں سے کوئی ایک اپنی بغلوں میں سے جھانک کر دیکھتا تھا ۔''
محترم !ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا کردار ایسا نہیں تھا۔
وہ نہایت پاکباز ہستیاں تھیں جن کو اللہ رب العالمین نے معیار ہدایت
بنایا ہے۔ ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اہْتَدَوْا (2)

''پس اگر وہ ایسا ایمان لے آئیں جیسا کہ ایمان تم (اے صحابہ !)لائے ہو تو وہ ہدایت پائیں گے ۔''
صحابہ کرام تو صف اول کے لئے بڑی جدوجہد کیا کرتے تھے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے وہ بھلا ایسی حرکت کس طرح کرسکتے تھے ۔ پچھلی صفوں میں تو عموماً منافقین ہوا کرتے تھے ۔ جیساکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے ۔
وَذَا قَامُوْا اِلٰی الصَّلاَۃِ قَامُوْا کُسَالٰی (3)
''جب منافقین نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں ۔''
سیدناعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ولقد رأیتنا وما یتخلف عن الجماعۃ ائلامنافق قد علم نفاقہ (4)
'' ہم جانتے ہیں کہ جماعت میں پیچھے رہ جانے والے صرف منافقین ہوتے تھے کہ جن کا نفاق واضح تھا ''
عظیم محدث محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
ثم ماالمانع أن یکون أولئک الناس المستأخروں من المنافقین الذین یظھرون

---

(1)ابوداؤد الطیالسی جلد3 رقم 2835 (2)سورۃ البقرۃ ،آیت 137
(3)سورۃ النساء ،آیت 143
(4) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی حدیث654

الأ یمان ویبطنون الکفر (1)
'' پس اس بات کو کیا مانع ہے کہ پچھلی صفوں والے منافقین میں سے ہوں جو اپنے ایمان کا اظہار کرتے اور اپنے کفر کو چھپاتے ہوں ۔''
لہٰذا ثابت ہوا کہ بغلوں سے جھانکنے والا کوئی مؤمن نہیں بلکہ منافق تھا جو یہ حرکت کرتا تھا ۔
الحمدللہ حدیث اعتراض سے بالکل پاک ہے ۔
چودھواں(14)اعتراض:
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں :
خولہ بنت حکیم نے خود کورسول اللہ ﷺ کے لئے تحفتاً پیش کیا حضرت عائشہ بولیں عورت کو ایسا کہتے شرم نہیں آتی ۔نبی کریم پر وحی نازل ہونے لگی تو عائشہ بولیں یارسول اللہ ﷺ !میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہشات کو پورا کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ (بخاری کتاب النکاح صفحہ: 67)(اسلام کے مجرم صفحہ :27)
ازالہ :۔
یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے :
کانت خولۃ بنت حکیم من اللائی وھبن أنفسھن للنبی فقالت عائشۃ أما تستحی المرأۃ أن تھب نفسھا للرجل؟فلما نزلت (تُرْجِیْ مَنْ تَشَآئُ مِنْھُنَّ)قلت یا رسول اللہ ماأری ربک ائلا یسارع فی ھواک(2)

''سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہاان عورتوں میںسے تھیں جنھوں نے
اپنے آپ کورسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کیا تھا پس عائشہ رضی اللہ
عنہانے (خبر ہونے پر)فرمایا کہ عورت کوشرم نہیں آتی کہ اپنا آپ
کسی کو ہبہ کرے ؟''
جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (جس کو آپ چاہیں دور کردیں اور جس کو
چاہیں قریب کرلیں) تو میں

---

(1)سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ جلد 5صفحہ 612رقم الحدیث 2472
(2)صحیحبخاری کتاب النکاح باب ھل للمرأۃ ان تھب نفسھا لأحد؟ رقم الحدیث 5113

(عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ! میں دیکھتی
ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہشات پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے ۔
ڈاکٹر شبیرنے خوامخواہ حدیث کو اعتراضاً نقل کیا ہے اس لئے کہ حدیث
کاجواب قرآن میں بعینہ موجود ہے ۔
وَامْرَاۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ أَرَادَ النَّبِیُّ أَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا ق خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔(1)
'' اور کوئی مومن عورت اگراپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کرد اگر نبی
ﷺ اس کواپنے نکاح میں لینا چاہیں تو یہ رعایت صرف آپ کے لئے ہے
کسی مومن کے لئے نہیں ہے''
اب جو اعتراض حدیث پر ہورہا ہے وہی قرآن پر وارد کیا جاسکتا ہے ۔
ڈاکٹر شبیرنے مغالطہ دے کر حدیث کومختصراً ذکر کیا ہے حالانکہ
حدیث میں اس کا مفصل جواب موجود ہے جب خولہ بنت حکیم رضی
اللہ عنہانے نبی ﷺ کو اپنی ذات ہبہ کی تو اس کی اجازت کے لئ اس
آیت کا نزول ہوا ''تُرْجِیْ مَنْ تَشَآئُ مِنْھُنَّ وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآئُ''(2)آپ
جس بیوی کو چاہیں ،علیحدہ کردیں اور جسے چاہیںاپنے پاس (اپنے نکاح
میں)رکھیں اور علیحدہ رکھنے کے بعد جسے چاہیں اپنے پاس واپس
بلائیں آپ پر کوئی مضائقہ نہیں ۔یعنی آپ ﷺ کو اس کا اختیا ر دیا گیا
تھا ۔جہاں تک عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ (عورت کو ایسا
کرتے حیا نہیں آتی)تو یہ اس وقت کی بات ہے جب آیت کا نزول نہیں
ہوا تھا اور جب آیت نازل ہوگئی تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ
عنہانے ایسے الفاظ کا اعادہ نہیں کیا ۔
ڈاکٹر شبیرنے حدیث کا ترجمہ کیا ہے (خود کو نبی ﷺ کے لئ تحفتاً پیش
کیا)اس طرز کے ترجمہ کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کی طرف فحاشی
اور بے ر اہ ر وی کا انتساب کیا جارہا ہے ۔
ہبہ کا لغوی معنی Giftاور تحفہ کے ہیں مگر اس کا شرعی معنٰی عقد
ونکاح کے ہیں (3) اور اسکی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ (أَنْ
یَّسْتَنْکِحَھَا)کہ نبی ﷺ اس سے نکاح کریںکاش ڈاکٹر شبیردیانت اور
تحقیق کا دامن نہ چھوڑتے اور قرآن وحدیث کا صحیح مطالعہ کرتے تو
اس طرح کی فاش غلطیوں کا ارتکاب نہ کرتے ۔

(1)سورۃالاحزاب ،آیت:50 (2)سورۃالاحزاب ،آیت :51
(3)فتح الباری جلد 9صفحہ 204
پندرہواں (15)اعتراض :
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں ۔
رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی صفیہ سے کہا: "او سر منڈی ہلاک ہوئی" (بخاری کتاب الطلاق صفحہ 143) (اسلام کے
مجرم صفحہ :31)
ازالہ:۔
صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے منقو ل ہے :
" لما أراد رسول الل أن ینفر ذا صفیة علی باب خبائها کئیبة فقال لهاعقری أو حلقی نک لحا بستنا أکنت أفضت یوم النحر ؟ قالت نعم قال فانفری ذاً "(1)
"سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (حج وداع سے فارغ ہوکر)رسول اللہ ﷺ نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو خیمہ کے درواز پر ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو رنجیدہ کھڑے دیکھا آپ ﷺنے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ 'او سر منڈی ہلاک ہوئی' تو شاید ہم کو روک کر رکھے گی کیا تو نے دسویں تاریخ کو طواف زیارت کیا تھا انھوں نے کہا: جی ہاں! کرچکی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر ہمارے ساتھ کوچ کرو "
اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے جس جملہ پر اعتراض کیا گیا ہے وہ ہے "او سرمنڈی ہلاک ہوئی " ۔ اور غالباً اعتراض یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس طرح کے الفاظ کیونکر استعمال کرسکتے ہیں ؟یہ الفاظ تو بددعا کے لئے ہیں اور آپکو تو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا ذاتی تکالیف پہنچانے والوں کے لئے بھی آپ ﷺ نے کبھی بد دعا نیں کی .
ڈاکٹر شبیرنے حدیث کا ایک حصہ نقل کیا ہے اگر وہ مکمل حدیث نقل کرتے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو بددعا نہیں بلکہ محاورۃً اس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے تھے ۔
اہل عرب اس طرح کے محاورے عموماً استعمال کیا کرتے تھے ۔ بعض احادیث میں اس طرح کے

(1)صحیح بخاری کتاب الطلاق باب قولہ تعالٰی ولا یحل لهن أن یکتمن ، رقم الحدیث 5329
دیگر محاورے منقول ہیں ،مثلاً ۔
(1) تربت یداک تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں ۔
(2)رغم أنفک تیری ناک خاک آلود ہو ۔
(3)ثکلتک أمک تیری ماں تجھ کو گم کردے ۔
یہ الفاظ کلام عرب میں محاورۃً تنبیہ اور کسی کام کی اہمیت کی طرف اشارے کرتے ہیں ۔ ان کو کہنے کا مقصد نہ تو بددعا ہوتا ہے اور نہ ہی طعن وتشنیع مراد ہوتی ہے ۔(1)

ڈاکٹر شبیرنے خوامخواہ تحقیق ومطالعہ سے روگردانی کرتے ہوئے
پوری حدیث ذکرنہیں کی بلکہ حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کرکے حدیث
رسول ﷺ کومحل اعتراض بنادیا ہےحالانکہ اردو زبان میں بھی اس طرح
کے محاورات عام ہیں ۔مثلاً
(1)دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا ۔
(2)ساون کے اندھے کو ہرا ہی نظر آتا ہے ۔
(3)اپنے منہ میاں مٹھو بننا ۔وغیرہ وغیرہ
اگر ان محاورات کا انتساب کسی شخص کی طرف کیا جائے تو کیا اس
سے یہ بات لازم آئے گی کہ منسوب الیہ شخص کو کتا، اندھا یا
طوطا کہہ کر اسکو مطعون کیا جارہا ہے یقینا ایسی بات نہیں تو پھر
حدیث پر اعتراض چہ معنی دارد ؟
بالفرض اگر اس سے مرادبددعا بھی لی جائے جوکہ محال ہے تو اس
بددعا کو دعا پر محمول کیا جائے گا جیساکہ اللہ کے رسول کی حدیث
ہے :
'' میں نے اپنے رب سے شرط کرلی ہے کہ اگر میں کسی کو بددعا دوں
اور وہ اس کا مستحق نہیں تو میری بددعا کو اس کے حق میں طہارت،
پاکیزگی اور اپنے تقرب کا ذریعہ بنادے ۔(2)
اور یہ کہنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کسی کے لئے بددعا یا لعنت
نہیں کی تو یہ بات بھی بالکل غلط ہے : آپ ﷺ نے ایک مرتبہ نماز فجر
کے آخری رکوع سے کھڑے ہوکر قنوت نازلہ پڑھی اور بعض

---

(1)مزید تفصیل کے لئے '' الاغانی لابی الفرج'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔
(2)صحیح مسلم باب من لعنہ النبی کتاب البر والصلة

لوگوں کے نام لے لے کر ان پر لعنت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس
سے منع فرمایا اور سورئہ آل عمران کی آیت 122نازل ہوئی ۔(صحیح
بخاری: 4559)دوسری روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا کسی
قوم پر بددعا کرنے کاارادہ ہوتا یا دعا کرنے کا ارادہ ہوتا تو آپ آخری
رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے ۔(بخاری :4560)
ایک حدیث میں ہے :
'' اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیا کرام کی
قبروں کو عبادت گاہ اور سجدہ گاہ بنالیا ۔ (بخاری:
3453، 1390,1330,4351,435,4443,4444,5815,5816،3454
436، مسلم 1184)
اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں بھی لعنت کا ذکر آتا ہے ۔ قرآن
کریم میں 39مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کافرین وفاسقین پر لعنت کا ذکر
فرمایا ہے ۔ اب جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کر ے کیا نبی کریم ان
پر لعنت نہ فرمائیں گے ، ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
''اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِیْ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَہُمْ عَذَاباً مُّہِیْناً ''

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر اللہ نے
دنیا اور آخر ت میں لعنت کی اور ان کے لئے ایک رسوا کن عذاب مہیا
کردیا ہے ''۔(سورۃ احزاب آیت:57)
اللہ تعالیٰ نے رسول کی تکلیف کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور پھر ان
لوگوں پر لعنت کی اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے یقینا رسول اللہ ﷺ
نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہوگی ۔بلکہ ایک مقام پر ذکر فرمایا کہ جو
لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکامات لوگوں کو نہیں بتاتے ان پر اللہ بھی
لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں اور تمام
لعنت کرنے والوں میں ظاہربات ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں
(سورۃ البقرۃ آیت:159) اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفر پر مرنے والے
کافروں کے متعلق فرمایا کہ ان پر اللہ کی اور ملائکہ کی ،تمام لوگوں
کی لعنت ہے تمام لوگوں میں یقینا نبی کریم ﷺ بھی شامل ہیں
سولہواں(16) اعتراض:
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :''ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اسکے
اوپر سات پہاڑی بکرے ہیں ان بکروں پر عرش الٰہی ہے ۔''(جامع
ترمذی بحوالہ حضرت عباس) اگر ہندو کہے کہ زمین گائے کے سینگوں
پر قائم ہے تو اعتراض کیوں؟ (اسلام کے مجرم صفحہ :27)
ازالہ:۔
قارئین کرام!
یہ روایت جامع ترمذی میں موجود ہے (1)
ڈاکٹر شبیرنے یہاں بھی بے تحقیق حدیث کو تنقید برائے تنقید نقل کردیا۔
حالانکہ محدثین اور اصحاب فنون اس روایت کو ضعیف کہہ کر پہلے
ہی رد کر چکے ہیں کیونکہ مذکورہ حدیث کی سند میں ایک راوی
''عبداللہ بن عمیرہ '' ہے جس کا سماع احنف سے ثابت نہیں اور نہ ہی
اس نے احنف کا دور پایا ہے ۔
امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں
لانعلم لہ سماعاً من الأحنف (2)
ہم اس(عبداللہ بن عمیرہ) کا احنف سے سماع نہیں جانتے ۔
عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ ناصرالدین البانی نے بھی اس روایت
کو ضعیف قرار دیا ہے (3) دوسری وجہ یہ ہے کہ ''سماک '' جو کہ
مذکورہ حدیث کا ایک راوی ہے اگر کسی روایت میں متفرد ہو تو قابل
حجت نہیں اور یہاں سماک متفرد ہے ۔
امام نسائی فرماتے ہیں :
كان ربما لقن فائذا انفرد بأصل لم يكن حجة (4)
''یہ بعض اوقات تلقین کرتا تھااور جب اصل روایت میں
متفرد ہو تو حجت نہیں ۔''

---
(1)جامع ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحاقۃ (1159/3/1)
(2)التاریخ الکبیر جلد 5صفحہ 159
(3)ضعیف ترمذی تفسیر الحاقۃ رقم الحدیث 3320
(4)تہذیب التہذیب جلد 3صفحہ 517-518

اما م ابن العربی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت حاشیے میں فرماتے ہیں :یہ روایت اہل کتاب سے ماخوذ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے(1)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف حدیث پر اعتراض فضول ہے ۔
ستر هواں(17) اعتراض:
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر 6سال تھی جب ان سے خلوت کی گئی تو عمر 9سال تھی ۔
(صحیح بخاری کتاب النکاح صفحہ: 75) (اسلام کے مجرم صفحہ: 31)
ڈاکٹر شبیر اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :
''قرآن کے مطابق ذہنی اور جسمانی بلوغت نکاح کے لئے لازم ہے قرآن نکاح کو انتہائی سنجیدہ معاہدہ کہتا ہے بچے سنجیدہ معاہدہ کیسے کرسکتے ہیں اگر آپ کی بیٹی یا بہن 6یا 9سال کی ہے تو آپ اس موضوعہ روایت کا زہر محسوس کرسکتے ہیں'' ۔ (اسلام کے مجرم صفحہ :31)
ازالہ:۔
زیر بحث روایت صحیح بخاری میںموجود ہے جو کہ حدیث رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ عائشہ کا اپنا قول ہے کہ
أن النبی تزوجها وهی بنت ست سنین وبنی بها وهی بنت تسع سنین (2)
'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے چھ برس کی عمر میں نکاح کیا اور نو برس کی عمر میں رخصتی کی گئی ''
(1)روایت کا ترجمہ کرتے وقت ڈاکٹر شبیرنے بنٰی کا ترجمہ خلوت کیا ہے جو کہ غلط ہے بنٰی کا معنی رخصتی ہے نہ کہ خلوت (3)
(2)اس روایت کوڈاکٹرشبیرنے موضوع کہا ہے جبکہ ڈاکٹر موصوف جو جرح وتعدیل کی ابجد سے بھی واقف نہیں اور صحیح روایت کو اپنے مبلغ علم کی بنیا د پر ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع (من گھڑت)قرار دے رہے ہیں ؟

---

(1)عارضة الأحوذی بشرح الترمذی
(2)صحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الأب ابنة من الامام رقم الحدیث5134
(3)النہایہ فی غریب الحدیث جلد 1صفحہ156
(3)کیاسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بوقت رخصتی نابالغہ تھیں اور اگر نا بالغہ تھیں تو قرآن نے کہاں نابالغہ سے نکاح ممنوع قرار دیا ہے :
(4) ڈاکٹر شبیرتحریر فرماتے ہیں :''قرآن کے مطابق ذہنی اور جسمانی بلوغت نکاح کے لئے لازم ہے''۔ هٰذا بهتان عظیم ۔قرآن حکیم میں ا یسا حکم کہیں موجودنہیں۔ حالانکہ قرآن مجید تو اس کے بالکل برعکس اصول بیان کرتا ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :
وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِن نِّسَآئِکُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ أَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ط (1)
''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ما یوس ہوچکی ہیں اگرتمھیں کچھ شبہ ہو تو انکی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی کہ جنھیں ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو ۔''

مندرجہ بالا آیت میں اللہ رب العالمین عدت کے قوانین بیان کررہا ہے
کہ ،
(1)وہ عورتیںجنھیںحیض آنا بند ہوگیا ہو ،ان کی عدت تین ماہ ہے ۔
(2)وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو ان کی عدت
بھی تین ماہ ہے (یعنی جو ابھی بالغ
نہیں ہوئیں)۔
قارئین کرام !.
عورت پر عدت کے احکام خاوند کے انتقال کے بعد اور یا جب طلاق مل
جائے اور یا وہ خلع حاصل کرے اس وقت لاگو ہوتے ہیں ۔
اب وہ لڑکی جس کو ابھی حیض نہیں آیا (یعنی بالغ نہیں ہوئی)نکاح
کے بعد اس کی عدت کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور عدت منکوحہ کے
لئے ہے لہٰذا کم سن کا نکاح اور عدت کا بیان قرآن مجید میں موجود
اب جو اعتراض حدیث پر ہے وہی قرآن پر بھی وارد ہوتا ہے ۔
مزید برآں :

---

(1)سورۃ الطلاق ،آیت 4:
ہر ملک وعلاقہ کے ماحول کے مطابق لوگوں کے رنگ وروپ ،جسمانی
وجنسی بناوٹ اورعادت واطوار جس طرح باہم مختلف ہوتے ہیں اسی
طرح سن بلوغت میں بھی کافی تفاوت وفرق ہوتا ہے ۔ جن ممالک میں
موسم سرد ہوتا ہے وہاں بلوغت کی عمر زیادہ ہوتی ہے اور جہاں
موسم گرم ہوتا ہے وہاں بلوغت جلد وقوع پذیر ہوجاتی ہے ۔ مثلاً عرب
ایک گرم ملک ہے ،وہاں کی خوراک بھی گرم ہوتی ہے جوکہ عموماً
کھجور اور اونٹ کے گوشت پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لئے ام المؤمنین
عائشہ رضی اللہ عنہا کا 9سال کی عمر میں بالغ ہوجانا بعید از عقل
نہیں ۔ کیونکہ اسلاف نے ایسے بہت سے واقعات نقل فرمائے ہیںجو
منکرین حدیث سے اوجھل ہیں صرف امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا
قصہ ہی کیوں زیر بحث ہے حالانکہ کئی حوالے اس بات پر دلالت کرتے
ہیںکہ یہ کوئی انوکھا معاملہ نہیں پہلے بھی اس قسم کے بہت سارے
معاملات ہوچکے ہیںاور اب بھی اخباروں میں اس قسم کی خبریں
موجود ہیں ۔ عرب کے معاشرے میں نو (9) سال کی عمر میں بچے جنم
دینا اور اس عمر میں نکاح کرنارواج تھاپر ان لوگوں کے لئے یہ کوئی
حیرت کی بات نہیں تھی۔مثلاً ،
(1)ابوعاصم النبیل کہتے ہیں کہ میری والدہ ایک سو دس (110) ہجری
میں پیدا ہوئیں اور میں ایک سو بائیس(122)ہجری میں پیدا ہوا۔
(1)یعنی بارہ سال کی عمر میں ان کا بیٹا پیدا ہوا تو ظاہر ہے کہ ان
کی والدہ کی شادی دس سے گیارہ سال کی عمر میں ہوئی ہوگی۔
(2)عبداللہ بن عمر و اپنے باپ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے صرف
گیارہ سال چھوٹے تھے ۔(2)
(3)ہشام بن عروہ نے فاطمہ بنت منذر سے شادی کی اور بوقت زواج
فاطمہ کی عمر نو سال تھی ۔(3)
(4)عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ ان کے پڑوس میں ایک عورت نو سال
کی عمر میں حاملہ ہوئی اور اس روایت میں یہ بھی درج ہے کہ ایک

آدمی نے ان کو بتایاکہ اس کی بیٹی دس سال کی عمر میں حاملہ
ہوئی ۔(4)

---

(1) سیر اعلاالنبلاء جلد7رقم1627
(2) تذکرۃ الحفاظ جلد1ص93
(3)الضعفاء للعقیلی جلد4رقم 1583، تاریخ بغداد 222/1
(4)کامل لابن عدی جلد5ر قم 1015

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی نو سال کی عمر میں عبداللہ بن عامر سے کرائی (تاریخ ابن عساکر جلد70)۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ عباد بن عباد المہلبی فرماتے ہیں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر میں نانی بن گئی نو سال کی عمر میں اس نے بیٹی کو جنم دیا اور اس کی بیٹی نے بھی نو سال کی عمر میں بچہ جنم دیا ۔(سنن دارقطنی جلد3کتاب النکاح رقم 3836)ان دلائل کے علاوہ اور بھی بے شماردلائل موجود ہیں جو کہ طالب حق کے لئے کافی اور شافی ہونگے ۔ (1)ان شاء اللہ ۔

ماضی قریب میں بھی اسی طرح کا ایک واقعہ رونما ہواکہ 8سال کی بچی حاملہ ہوئی اور 9سال کی عمر میں بچہ جنا ۔ (2) دور حاضر کے نامور اسلامک اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک اپنے ایک انٹر ویو میں فرماتے ہیں : ''حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں میرے ذہن میں بھی کافی شکوک وشبہات تھے۔بطور پیشہ میں ایک میڈیکل ڈاکٹر ہوں۔ ایک دن میرے پاس ایک مریضہ آئی جس کی عمر تقریباً 9سال تھی اور اسے حیض آرہے تھے۔ تو مجھے اس روایت کی سچائی اور حقانیت پر یقین آگیا ''۔(3)علاوہ ازیں روزنامہ جنگ کراچی میں 16اپریل 1986ء کوایک خبر مع تصویرکے شائع ہوئی تھی جس میں ایک نو سال کی بچی جس کا نام (ایلینس)تھا اور جو برازیل کی رہنے والی تھی بیس دن کی بچی کی ماں تھی اس لڑکی اور اس کی بچی کی تصویر کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں ۔(4) قرآن میں اللہ رب العالمین نے نوح علیہ السلام کی طویل العمری کا ذکر فرمایا ہے کہ :

فَلَبِثَ فِيْـهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَاماً (5)

''نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال ٹھہرے ''

یہ بات بھی ناقابل اعتبار اور عقل کے خلاف نظر آتی ہے تو اس کا آپ کیا جواب دیں گے ؟پس جو جواب آپ دیں گے وہی جواب اس حدیث کا بھی سمجھ لیں ۔

فماکان جوابکم فھوجوابنا فللہ الحمد

---

(1)الحمدللہ میرے ایک پروگرام میں ایک منکرین حدیث نے اس مسئلہ پر مجھ سے سوال کیا اور جب اسکو اس سوال کاجواب تسلی بخش مل گیا تو الحمد للہ اسی وقت رجوع کرلیا ۔
(2)روزنامہ DAWN 29مارچ1966
(3)ARYپر ڈاکٹر شاہد مسعود کے ساتھ ایک نشست ،دیکھنے کے لئے ہماری websiteوزٹ کریں . www.wkrf.net
(4) روزنامہ

آغاز میں یکم اکتوبر 1997کوایک خبر چھپی کہ(ملتان کے قریب ایک
گاؤں میں)ایک آٹھ سالہ لڑکی حاملہ ہوگئی ہے اور ڈاکٹروں نے اس
خدشہ کا اعلان کیا ہے کہ وہ زچکی کے دوران ہلاک ہوجائے.پھر
9دسمبر 1997کو اسی اخبار میں دوسری خبر چھپی کہ ''ملتان(آغاز
نیوز)ایک آٹھ سالہ پاکستانی لڑکی نے ایک بچہ کو جنم دیا ہے. ڈاکٹروں
نے گزشتہ روز بتایا ہے کہ بچہ صحت مند ہے ۔ (5)سورة
العنکبوت ۔آیت 14
اٹھارہواں(18) اعتراض :
صحیح بخاری کتاب النکاح صفحہ: 182اور کتاب البیوع صفحہ: 778پر
لکھا ہے کہ خیبر کا قلعہ فتح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے (یودی
عورت)صفیہ کا حسن وجمال بیان کیا گیا۔ اس کا شوہر مارا گیا تھا اور
وہ نئی دلہن تھی رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے لئے منتخب کرلیاپھر آپ ن
خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان ٹھہر کر صفیہ سے خلوت وصحبت کی
(خلاصہ حدیث) نہ صرف ان دونوں احادیث میں نکاح کا ذکر نکال دیا گیا
ہے بلکہ یہ تک کہا گیا ہے کہ صحابہ کو معلوم ہی خلوت کے بعد ہوا
کہ صفیہ ام المؤمنین بن گئی ہیں ۔
(اسلام کے مجرم صفحہ:33)
ازالہ:۔
ڈاکٹر شبیرنے جس حدیث کا خلاصہ پیش کیا ہے اس روایت کو امام
بخاری رحمہ اللہ نے تقریباً32جگہ مختصر ومفصل ذکر فرمایا ہے ۔
حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیرنے حدیث کا سرسری مطالعہ کرکے اور
حدیث کے اختصار کو سامنے رکھ کر حدیث کو محل اعتراض بنادیا۔ اگر
وہ صرف تھوڑی سی تحقیق کرلیتے اور صحیح بخاری میں موجود اس
حدیث کے تمام طرق جمع کرلیتے تو ان کو اس قسم کے بے ہودہ
اعتراض اور غلط بیانی سے کام نہ لینا پڑتا ۔
ڈاکٹر صاحب کو اس حدیث پر جو اعتراضات ہیں وہ درج ذیل ہیں :
(1)رسول اللہ ﷺ سے صفیہ رضی اللہ عنا کا حسن وجمال بیان کیا
گیا ۔
(2)رسول اللہ ﷺ نے بغیر نکاح ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا س
خلوت کی ۔
(3)صحابہ کو خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا ام
المؤمنین بن چکی ہیں ۔
اب صحیح بخاری کی حدیث کا جزء ملاحظہ فرمائیں ۔
''فأصبنا ھا عنوة فجمع السبی فجاء دحیة فقال یا نبی اللہ أعطنی جاریة
من السبی قال اذھب فخذ جاریة فأ خذ صفیہ بنت حیی فجاء رجل ائلی ا
لنبی ﷺ فقال یا نبی اللا أعطیت دحیة صفیة بنت حیی سیدة قریظة
والنضیر؟ لاتصلح ائلالک قال ادعوہ بھا ۔ فجاء بھا فلما نظر ائلیھا النبی
ﷺقال خذ جاریة من السبی غیرھا قال فأعتقھا النبی وتزوجھا (1)
سیدناانس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
''پس جب ہم نے لڑ کر خیبر فتح کرلیا اور قیدیوں کو جمع کرنا شروع
کردیاگیا تو سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا کہ قیدیوں میں
سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے ۔آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور کوئی

باندی لے لو تو انھوں نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لئے پسند کرلیا ۔ اتنے
میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ !
صفیہ قریظہ اور نضیرکے سردار کی بیٹی ہیں ،انھیں آپ نے دحیہ کو دے
دیا ہے؟ وہ تو صرف آپ ہی کے لئے مناسب تھیں ،اس پر آپ نے فرمایا
کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ پس جب نبی ﷺ نے انھیں دیکھا تو دحیہ
کو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو ،پھر رسول اللہ ﷺ
نے صفیہ کو آزاد کرکے انھیں اپنے نکاح میں لے لیا ۔''
قارئین کرام !
ڈاکٹر شبیرنے خلاصہ حدیث کے نام پر جو مغالطہ دینے کی کوشش کی
ہے۔ صحیح بخاری کی اس روایت نے اس مغالطے کو بالکل صاف اور
واضح کردیا ہے۔
(1)مذکورہ حدیث میںنہ صرف رسول اللہ ﷺ کے نکاح کا ذکر موجود
بلکہ اسی روایت کے آخر میں ولیمہ کا تذکرہ بھی ہے۔ ،فتدبر ۔
(2)مذکورہ حدیث میں صفیہ بنت حیی کا حسن وجمال نہیں بلکہ حسب
ونسب بیان کیا گیا تھا۔ جس کو اہل عرب بڑے عزت واحترام کی نگاہ
سے دیکھتے تھے اور اسی وجہ سے اس شخص نے عرض کیا تھا کہ ''
لاتصلح الا لک ''۔ کہ یہ صرف آپ کے لئے ہی مناسب ہیں اور پھر اس
نکاح کے برکات کا ثمرہ تھا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ام
المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہاکے قبیلے کے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا ۔
(3)چند صحابہ جن کو اللہ کے رسول ﷺ کے نکاح کا علم نہ ہوا تو انھوں
نے ایک اندازہ لگایا کہ اگر صفیہ رضی اللہ عنہا پردہ کرتی ہیں تو ام
المؤمنین ہیں وگرنہ انکو باندی شمار کیا جائے گا اور جب صفیہ رضی
اللہ عنہا نے پردہ کیا تو وہ سمجھ گئے کہ آپ نے نکاح کرلیا ہے۔ اور جب
اللہ کے رسول ﷺنے ولیمہ کی دعوت کی

---
(1)صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب مایذکر فی الفخذ رقم الحدیث 428
اور تمام اصحاب اس میں شریک ہوئے تو تمام اصحاب رسول کو خبر
ہوگئی کہ صفیہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئی ہیں ۔
ڈاکٹر شبیرکا یہ کہنا کہ اصحاب رسول کو خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ
صفیہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئی ہیں سراسر غلط بیانی ہے۔ ۔
اس لئے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ نے ہی آپ کی توجہ اس طرف دلائی
اور صحابیہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو دلہن بنایا اور دحیہ
رضی اللہ عنہ کو صفیہ رضی اللہ عنہاکے عوض سات لونڈیاںعطا کی
گئیں ۔ پھر بھی یہ کہنا کہ اصحاب رسول کو خبر نہ ہوئی ۔ چہ معنی
دارد ۔
اب خلاصہ حدیث یہ ہے۔ کہ ،
فتح خیبر کے بعد جب قیدیوں کو جمع کیا گیا تو ان میں ام المؤمنین
صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور وہ ابھی نئی نویلی دلہن تھیں ان کا
شوہر جنگ میں مارا گیا تھا دحیہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی لونڈی
بنالیا بعض اصحاب رسول نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ام المؤمنین
صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا کہ وہ قبیلہ قریظہ ونضیر کے
سردار کی بیٹی ہیں اور آپ ہی کے لئے مناسب ہیں آپ ﷺ نے

صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے منتخب فرمالیا اور ان کے بدلے دحیہ
رضی اللہ عنہ کو سات لونڈیاں عنایت فرمائیں پھر آپ نے صفیہ رضی
اللہ عنہاسے نکاح فرمایا ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آ پ کو دلہن بنایا
اور آپ نے خلوت فرمائی اور دوسرے دن آپ ﷺ نے دعوت ولیمہ کی
مندرجہ بالا خلاصہ حدیث کو غور سے دوبارہ پڑھیں آپ کو اس میں
کوئی اعتراض نظر نہیں آئے گا ۔ ان شا ء اللہ ۔
اگر کوئی شخص محض تنقید وتعصب کی نگاہ سے کسی بھی چیز کا
مطالعہ کرے گا جیساکہ ڈاکٹر شبیر نے کیاتو اسے ہر بات میں اعتراض
ہی نظر آئے گا اگر قرآن مجید کا اسی نگاہ سے مطالعہ کریں جو
ڈاکٹرشبیر نے حدیث کے لئے استعمال کی ہے تو یقینا قرآن مجید بھی
نہیں بچ سکتا ۔
انیسواں (19) اعتراض :
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' عورت پسلی کی مانند ٹیڑھی ہے اگرا سے
سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اسے ٹیڑھی رہنے دو
اور فائدہ اٹھاتے چلے جاؤ ۔''(بخاری کتاب النکاح صفحہ: 90)صاحبو!
یہاں یوں لگتا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے بائبل کی روایت ہماری صحیح
بخاری میں ڈال دی ہے قرآن نہیں کہتا کہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا
گیا ۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:33)
ازالہ:۔
صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے :
'' عن أبی هریرة أن رسول الا قال المرأة کالضلع ائن أقمتها کسرتها
واء ن استمتعت بها استمتعت بها وفیها عوج (1)
''سیدناابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش
کروگے تو توڑدوگے اس سے فائدہ اٹھاؤ اوراسے ٹیڑھی ہی رہنے دو ۔''
(1) ڈاکٹر شبیرکو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ عورت کو پسلی سے
تشبیہ دی گئی ہے اور اسکو''ٹیڑھی ''کہا گیا ہے۔
اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نصیحت فرمائی
کہ عورت سے زیادہ سختی نہ کرو اس کو سیدھا کرنے کے چکر میں
کہیں اس کو توڑ نہ دینا کہ جس طرح پسلی کو سیدھا کرنے سے وہ
سیدھی تو نہیں ہوتی مگر ٹوٹ جاتی ہے تو اسی طرح عورت کو توڑ نہ
بیٹھنا اور عورت کو توڑنا کیا ہے وہ طلاق ہے جیساکہ صحیح مسلم کی
روایت ہے:
'' و ائن ذهبت تقیمها کسرتها وکسرها طلاقها''(2)
''اگر تم عورت کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اسکو توڑ بیٹھو گے اور اسکو
توڑنا اسکو طلاق دے دینا ہے ۔''
اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے '' فاستو صوا با لنساء ''(3)
''عورتوں سے اچھا سلوک کرو ۔''
یہ حدیث عورتوں کے حقوق کے لئے ہے نہ کہ ان کی تنقیص کے لئے
جیساکہ ڈاکٹر شبیرنے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے ۔مغربی تعلیم
سے متاثر ہوکر جس طریقہ سے صحیح احادیث کے خلاف لکھا گیا ہے اور
اسے ظلم وجبر ،زیادتی قراردیا گیا ہے ان تمام اشکالات اور صحیح

احادیث کے ازالے کے لئے میری کتاب ''مراۃ القرآن بجواب امرأۃ القرآن ''کا مطالعہ کیجئے ۔
(2) دوسرا اعتراض '' عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے (4)یہ بات قرآن مجید میں موجود نہیں ''تو اسکا

---

1))صحیح بخاری کتاب النکاح باب المدارۃ مع النساء رقم الحدیث 5184
2)) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیة بالنساء رقم الحدیث1466
3)صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب خلق آدم رقم الحدیث 3331
4)صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب خلق آدم رقم الحدیث 3331

جواب یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی نہیں کہ عورت کو پسلی سے پیدا نہیں کیا گیا ۔ بلکہ قرآن مجید میں اسکا اشارہ موجود ہے کہ عورت کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا ہے :
یَا أَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا (1)
''اے لوگوں ! اپنے پر ور دگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اسکی بیوی کو پیدا کیا ہے''
اب اگر حدیث نے اس کی تشریح پسلی سے کردی تو اس پر اعتراض کیوں؟رسول اللہ قرآن کریم کے مفسر ہیں (النحل: 44)اور قرآن کریم کی آیت کی جو تفسیر وتشریح اور توضیح آپ بیان فرمائیں گے وہ وحی الہی کی روشنی میں ہوگی (النجم آیت:3,4)اس لئے نبی کریم کی تفسیر وتوضیح پر اعتراض درحقیقت قرآن مجید پر اعتراض ہے ۔
(3)ڈاکٹر شبیرکا تیسرا اعتراض ہے کہ یہود ونصاریٰ نے بائبل کی روایت کو صحیح بخاری میں ڈال دیا ہے ۔
قرآن مجید میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے :
اِذْ قَالَ یُوسُفُ لِأَبِیْہِ یَآ أَبتِ اِنِّیْ رَأَیْتُ أَحَدَ عَشَرَ کَوْکَباً وَّالشَّمْسَ (2)
''جب یوسف (علیہ السلام)نے اپنے والد سے کہا کہ میںنے گیارہ ستاروں اور سورج وچاند کو (خواب میں) دیکھاکہ وہ سب مجھے سجدہ کررہے ہیں ''
یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیریہ ہے کہ ایک طویل حادثاتی عرصہ کے بعد جب ان کے تمام بھائی اور والدین ان کے پاس مصر پہنچے تو ان کے لئے سجدہ ریز ہوگئے ۔(3)اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ سجدہ تو صرف اللہ کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :''فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا ''پس تم اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو ''یہاںتو ایک نبی دوسرے نبی کو سجدہ کررہے ہیں۔
اب اگر ڈاکٹر شبیر قرآن کریم کی اس بات پر یوں لب کشائی فرمائیں :
صاحبو !یہاں یوں لگتا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے بائبل(4) کی روایت ہمارے قرآن میں ڈال دی ہے ۔ ہم اس اعتراض کا کیا جواب دیں گے ؟ہم صرف تاویل کریں گے اور یقینا کریں گے تو پھر رسول اللہ ۔

1)سورۃ النسآء ،آیت :1 2)سورۃ یوسف ،آیت :34))سورۃ یوسف ، آیت: 100
(4)کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ مچ تیرے آگے زمین پر جھک کر سجدہ کریں (بائبل پیدائش 10:37)
کی حدیث کے لئے الگ معیار کیوں؟جس طرح قرآن کریم کی آیات کی تاویل ضروری ہے تو اسی طرح اگر احادیث میں کوئی الجھن ہوگی تو اس کی بھی تاویل کی جائے ۔
بیسواں(20) اعتراض:
''سلیمان نے ایک رات میں ایک سوبیویوں کے ساتھ مباشرت کی ۔ ''ملاحظہ فرمائیے ایک رات چندگھنٹے اور اللہ کا ایک عالی مقام پیغمبر (بخاری کتاب النکاح ص:110) (اسلام کے مجرم ،صفحہ :34)
ازالہ:
ڈاکٹر شبیرکوسیدنا سلیمان علیہ السلام کے اس عمل پر اعتراض ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام ایسا کیسے کرسکتے ہیں یعنی ایک رات میں سو 100بیویوں سے مباشرت چند گھنٹوں میں کیسے ممکن ہے ؟ہم اگر قرآن مجید کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں سلیمان علیہ السلام کی کچھ مزیدخصوصیات نظر آتی ہیں۔مثلاً
غُدُوُّ ـا ـ شْـر ـ وَّرَوَاحُـ ـا ـ شْـر ـ ج (1)
''(ہوا سلیمان علیہ السلام کے تابع کردی گئی)وہ صرف صبح کے وقت ایک مہینے کی مسافت طے کیاکرتی تھی اور شام کے وقت بھی ایک مہینے کی مسافت طے کرتی تھی ''
عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ (2)
'' ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے ''
اب تاریخ انسانی میں کوئی ایسا انسان نہیں جس کے لئے ہوا کو تابع کردیا گیا ہو یا وہ پرندوں سے باتیں کرتا ہو چیونٹیوں کی باہمی گفتگو سنتا ہواور اسے سمجھتاہو ،یہ چیزیں تو ہمیں ''داستان امیر حمزہ''الف لیلیٰ'' حاتم طائی وغیرہ کے بے سر وپا قصوں میں ملتی ہیں اور اگر قرآن مجید کو'' تنقید کی نگاہ''سے دیکھا جائے تو مندرجہ بالا آیات عقلی معیار پرپورا نہیں اترتیںاور محل نظر محسوس ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود ہم صرف اس لئے ان پر ایمان ویقین رکھتے ہیں کہ یہ تمام قصص قرآن میں موجود ہیں اور وہ سچی کتاب ہے تو اب اگر حدیث میںاس طرح کے کچھ واقعات ذکر کئے گئے ہوں تو ان پر اعتراض کیوں ؟
الغرض جب اسطرح کی ماورائے عقل باتیں سلیمان علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں بے پناہ مردانہ قوت بھی ہو ۔ کیونکہ قرآن کے عمومی بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیاکو بے پناہ

1)سورۃ سبا ، آیت 12 2)سورۃ النمل ،آیت 16

طاقت حاصل تھی ۔مثلاً، سیدناموسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجیدمیںآتا ہے کہ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (1)
''موسیٰ نے اس کو مکہ مار ا اور وہ مرگیا ۔''کیا ہم کسی کو مکہ مار کر قتل کرسکتے ہیں ؟ مگر ایک نبی کی جسمانی طاقت سے ایسا ممکن ہوگیا۔ داؤ د علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ذکر ہے :
وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ (2)'' ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کردیا ''لوہے جیسی سخت چیز سیدناداؤد علیہ السلام کے ہاتھ میںآکر نرم ہوگئی کیا دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور انسان ایسا کرسکتا ہے مثلا آرنلڈ شیواز ینگرجسے 7مرتبہ دنیا کا طاقت ور ترین انسان تسلیم کیا گیا کیا وہ لوہے کو ہاتھ سے توڑ موڑکر ذرہ بنا سکتا ہے ؟مگر انبیاکو ایسی قوت وصلاحیتیں عطافرمائی تھیں۔کیونکہ انبیاء کی جماعت ہر اعتبار سے تمام انسانوں پر فوقیت رکھتی ہے ۔
صحیح بخاری کی روایت ہے کہ
أنہ أعطی قوة ثلاثین (3)
''آپ ﷺ کو تیس مردوں کے برابر قوت عطاء کی گئی ''
دوسرایہ اعتراض کہ چند گھنٹوں کی رات میں ایسا کس طرح ممکن ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ رات عموماً 12گھنٹوں پر مشتمل ہوتی ہے ۔ بالفرض اگر 3منٹ کا اوسطاً حساب لگایا جائے (جو کہ ایک صحت مند انسان کے لئے بہت ہوتا ہے)100سے 3کو ضرب دیا جائے تووقت کے لحاظ سے تقریبا 5گھنٹے بنتے ہیں ۔اور 7گھنٹے پھر بھی فاضل بچتے ہیں ۔نبی کریم ﷺ کو ایک ہی رات میں معراج کرائی گئی جس میں آپ کو بیت المقدس کے علاوہ آسمانوں کی بھی سیر کرائی گئی ۔ اور ایک رات میں ایسا ہونا ناممکن ہے ۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث پر اعتراض بالکل فضول ہے ۔
اکیسواں (21)اعتراض:
رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ۔دیگر امات المومنین نے منصوبہ بنایا کہ جس بیوی کے پاس جائیں گے وہ یہی کہے گی ۔میں آپ کے منہ سے بدبو آرہی ہے۔
(بخاری کتاب الطلاق صفحہ: 120) (اسلام کے مجرم صفحہ:35)

---

1)سورة القصص ،آیت 15
2)سورة سبا ،آیت 10
3)صحیح بخاری کتاب الغسل باب اذا جامع ثم عاد رقم الحدیث 268
ازالہ:۔
مذکورہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے کہ:
عن عائشۃ ؓ أن النبی کان یمکث عند زینب ابنة جحش ویشرب عندها عسلاً فتوا صیت أنا وحفصة أن أیتنا دخل علیها النبی فلتقل نی لأ جد منک ریح مغافیر أکلت مغافیر؟ فدخل علی اء حداهما فقالت لہ ذلک فقال لابأس شربت عسلاً عند زینب بنت جحش ولن أعودلہ فنزلت۔
(یاأیها النبی لم تحرم ما أحل اللہ لک)اء لی (اء ن تتوبا اء لی اللہ 1))

'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہاکے پاس ٹھہرتے اور شہد نوش فرماتے تھے تو میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے مل کر یہ صلاح کی کہ ہم میں سے کسی کے گھر میں بھی رسول اللہ ، داخل ہوں تو وہ یہ کہے 'میں آپ ک پاس سے مغافیر (ایک بو والا پھل) کی بو محسوس کررہی ہوں کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے' ؟پس جب اللہ کے رسول ، ان میں سے کسی ایک ک پاس گئے تو انھوں نے ایسا ہی کہا ،پس رسول اللہ ، ن ارشاد فرمایا کہ کوئی بات نہیں میں نے تو زینب رضی اللہ عنہاکے یہاں شہد پیا ہے اور اب ہر گز نہیں پیوں گا پھر یہ آیت نازل ہوئی ،یَا أَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰہُ لَکج ِن تَتُوْبَا ِلَی اللّٰہِ تک''(2)

ڈاکٹر شبیرنے اس روایت کو بغیر کسی تبصرے کے نقل کیا ہے شاید انھیں اس بات پر اعتراض ہے کہ روایت مذکورہ سے ازواج مطہرات پر الزام آتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلا ف منصوبہ بندی کرتی تھیں ،تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے :

یَا أَیُّہَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِکَ ط (2)

'' اے نبی ،!جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کردیا اسـ آپ کیوں حرام کرتے ہیں   (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہیں ''

اس آیت سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ نبی ، نے کوئی چیز اپنـ اوپر بیویوں کی رضا مندی کے لئے حرام کرلی تھی ،جس پر اللہ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی ، مزید ارشاد ہے :

---

1))صحیح بخاری کتاب الطلاق باب لم تحرم ما احل اللہ لک رقم الحدیث :5267

(2)سورۃ ،التحریم آیت :1

وَِذْ أَسَرَّ النَّبِیُّ ِلٰی بَعْضِ أَزْوَاجِہٖ حَدِیْثاً ج فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِہٖ وَأَظْہَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ج فَلَمَّا نَبَّأَہَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَکَ ہَـذَا ط قَالَ نَبَّأَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (١)

''اور جب نبی ، نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میںکی پھر جب اس بیوی نے وہ بات (دوسری کو) بتادی اور اللہ ن ، نبی کو اس کی اطلاع دے دی تو نبی نے اس کے کچھ حصے سے اسے آگاہ کیا اور کچھ سے درگزر کیا ، پھر جب نبی نے اپنی بیوی کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا: آپ کو اس کی کس نے خبر دی ؟   نبی ، نے کہا کہ مجھے اس ن خبر دی جو سب کچھ جاننے والا اورخوب باخبر ہے ۔''

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ، کی دو بیویوں نے کچھ خفیہ منصوبہ بندی کی تھی جس کی خبر اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی فرمادی اور یہ منصوبہ بندی کس کے خلاف تھی اگلی آیت واضح کررہی ہے :

ِن تَتُوْبَا ِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَِنْ تَظَاہَرَا عَلَیْہِ فَِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلَائِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَہِیْرٌ (2)

''(اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں توبہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیںاور اگر نبی کے خلاف تم نے گروہ بندی کی توپس اس کا کارساز یقینا اللہ ہے۔ اور جبریل ہیں اور صالح مومنین اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کی بیویوں سے کچھ غلطی سرزد ہوئی تھی اور انھوں نے نبی ﷺ کے خلاف صلاح ومشور کیا تھاتو اس پر اللہ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی ۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنی کچھ ازواج کی رضامندی کے لئے اپنے اوپر کچھ حرام کرلیا اور پس منظر میں یہ منصوبہ ازواج مطہرات میں سے دوبیویوں نے بنایا تھا جس کی خبر اللہ کے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی کردی گئی بعد میں ان ازواج کو سخت تنبیہ کی گئی ۔زیر بحث حدیث ان آیات کی تشریح وتوضیح کرتی ہے۔ بلکہ جس قدر سخت الفاظ قرآن نے استعمال کئے ہیں حدیث میں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ اب جو اعتراض حدیث پر وارد ہوتا ہے۔ قرآن مجید پر بھی وہی اعتراض لازم آتا ہے۔ پس جو جواب قرآن کا ہے۔ وہی حدیث کا بھی سمجھ لیں ۔

---

1)سورۃ التحریم ،آیت :3 2)سورۃ التحریم ،آیت:4

بائیسواں (22)اعتراض:

ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں :

عائشہ بولیں: ہائے سر پھٹا ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :کاش میری زندگی میں ایسا ہوجاتا عائشہ بولیں: آپ میری موت چاہتے ہیںکہ اگلی رات دوسری بیوی کے پا س گزاریں ۔

(بخاری کتاب الطب صفحہ:243) (اسلام کے مجرم صفحہ: 36)

ازالہ :۔

بہت افسوس کی بات ہے۔ کہ ڈاکٹر شبیرنے حدیث رسول میں خرد برد اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ حدیث کو کچھ کا کچھ کر ڈالا ہے۔ اب ہمیں ''مجید نظامی '' چیف ایڈیٹر نوائے وقت کے یہ الفاظ محل نظر محسوس ہوتے ہیں ''وہ (ڈاکٹرشبیر) سادگی، سچائی، شفقت ومحبت، امانت ودیانت اور صاف دلی کے پیکر کے چنڈے ہوئے ہیں ''

(اسلام کے مجرم صفحہ: 7)

اب آتے ہیں حدیث مذکورہ کی طرف جو صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔ :

''قالت عائشة وارأسا ہ فقال رسول اللہ ذاک لوکان وأنا حی فأستغفرلک وأدعو لک فقالت عائشة واثکلیا ہ واللہ اء نی لأ ظنک تحب موتی ولوکان ذاک لظللت آخر یومک معرساً ببعض أزواجک فقال النبی بل أنا وارأساہ ۔الحدیث (1)''

'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا اور وہ کہہ رہی تھیں کہ ہائے میرا سر پھٹا جارہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (کہ تجھ کو کیا فکر) اگر تو میری زندگی میں مرجائے گی تو میں تیرے لئے دعا اوراستغفارکرونگا۔تب وہ کہنے لگیں: ہائے مصیبت اللہ کی قسم میرا خیال ہے۔ کہ آپ میری موت چاہتے ہیں ۔ میرے مرتے ہی اسی دن شام

کو دوسری بیوی کے ساتھ ہوں ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہائے میرا سر ۔''
قارئین کرام!اس حدیث میں کیاکوئی اعتراض ہے ؟نہیں!اس روایت کے مزید کچھ طرق جمع کئے

---

(1)صحیح بخاری کتاب المرضی باب مارخص للمریض رقم الحدیث 5666

جائیں تو خلاصہ یہ ہوتا ہے:
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہاکے سر میں در دتھا جس کی وجہ سے وہ کہہ رہی تھیں کہ ہائے میرا سر! جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا کہ تجھ کو کیا فکر ہے اگر تو میری زندگی میں مرگئی تو میں تیرے لئے استغفار کرونگا ایک روایت میں ہے ہمیں تیرا جنازہ پڑھوں گا اور تجھ کو دفن کرونگا ۔(1) اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ آپ ﷺ تو میری موت چاہتے ہیں تاکہ اس شام اپنی دوسری زوجہ کے پاس ہوں ۔ ''قالت فتبسم رسول اللہ ﷺ ''(2)یہ بات سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگے آپ نے بھی کہا کہ ہائے میرا سر ۔
خلاصہ حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ ﷺسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہاسے ان کی بیماری میں ازراہ مزاح محبت و الفت فرمارہے تھے ۔اس پر بھی ڈاکٹر شبیرکو اعتراض ہے کہ یہ اسلام دشمنوں کی سازش ہے جنہوں نے رسول ﷺ کی طرف اس طرح کی باتیں منسوب کردیں کہ آپ اپنی ازواج سے محبت ودل لگی فرمایاکرتے تھے ۔اس روایت کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ :''ہائے میرا سر'' تو حقیقتاً رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کا آغاز ہوگیا تھا اور آپ بیمار ہوگئے تھے اور پھر موت تک آپ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہاہی کے پاس رہے جیساکہ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے ۔
تئیسواں (23) اعتراض:
مدینے آنے والے کچھ لوگ بیمار ہوگئے رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ اونٹوں کے چرواہے کے پاس چلے جائیں اور اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیتے رہیں وہ لوگ تندرست ہوگئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے رسول اللہ ﷺ کے آدمی انھیں پکڑ لائے ۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹ دئیے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھر وادی گئی ایک اور حدیث میں ہے کہ ان کی آنکھیں نکلوادی گئیں پھر ان کو تپتی ریت پر لٹادیا گیا وہ پیاس کی شدت سے پانی مانگتے تھے اور اپنی زبان سے زمین چاٹتے تھے لیکن انھیں پانی نہیں دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئے ۔(بخاری کتاب الطب صفحہ254)
صاحبو ! کیا رحمۃ للعالمین ﷺ ایسی ایذا رسائی فرماسکتے تھے؟کیا اونٹنی کا پیشاب لوگوں کو پلاسکتے تھے؟ کیا یہ دشمنان اسلام کی سازش نہیں ہے؟ (اسلام کے مجرم صفحہ: 36-37)

---

1))فتح الباری جلد 10صفح 155 2))فتح الباری جلد 10صفح 155
ازال :
ڈاکٹر شبیرن خوامخوا حدیث رسول پر اعتراض کیا اگر و کھلی نگاوں س قرآن مجید کا مطالع کرت تو انھیں ی آیت مبارک ضرور نظر آتی :
''فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیۡہِ بِمِثْلِ مَاعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ''(البقرۃ آیت 194)
''پس جو تم پر زیادتی کر تو تم بھی اس طرح کی زیادتی اس پر کرو جیسی ک اس ن تم پر زیادتی کی ''
أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالأَنْفَ بِالأَنْفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاص (1)
'' جان ک بدل جان' آنکھ ک بدل آنکھ' کان ک بدل کان اور دانت ک بدل دانت اور زخموں کا بھی قصاص ''
اب قرآن مجید خود ی اصول پیش کرتا ک جیسا زخم دیا گیا و ویسی ی سزا دی جائ اس لئ رسول الل ن ان لوگوں س بعین وی سلوک کیا جو انھوں ن رسول الل ک چرواو ک ساتھ کیا تھا علام عینی سیدناانس رضی الل عن کا قول ذکر فرمات یں ک :
''اء نما سلمھم النبیاعین اولئک لأنھم سملوا أعین الرعاء ''(2)
''نبی کریم ن ان کی آنکھوں میں سلائی پھروائی تھی اسلئ ک انوں ن چرواوں کی آنکھوں میں سلائی پھروائی تھی ''
رسول الل ن ان لوگوں س ایسا سلوک اس لئ کیا ک انھوں ن بھی آپ ک چرواو س وی برتاؤ کیا تھا یعنی(اس ک اتھ پاؤں کاٹ ڈال آنکھوں میں گرم سلائی پھیردی اور ایسی حالت میں کھلی جگ پر چھوڑ کر چل گئ)ی بات بالکل حق ک الل ک رسول تمام جانوں ک لئ رحمت تھ مگر کفار پر بڑ سخت تھ

---

1))سورۃ المآئد آیت 45 (2)صحیح مسلم باب القسامۃ والمحاربین باب2ح1671
مُّحَمَّد رَّسُوْلُ اللّٰ ط وَالَّذِیْنَ مَعَ أَشِدَّآئُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآئُ بَیْنَُمْ (1)
''محمد الل ک رسول یاور ان ک اصحاب کفار پر بڑ سخت اور آپس میں بڑ نرم یں ''
الل ک رسول ن ان منافقین س بالکل اس آیت ک مطابق عمل کیا مزید برآں :قرآن مجید بھی ایسی سزا کا بدل برابری ک اصول پربیان کرتا
وَِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُواْ بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِ ط (2)
'' اور اگر بدل لو تو اتنا ی لینا جتنا انھوں ن تمھیںصدمہ پنچایا ''
''ِنَّمَا جَزَائُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُونَ اللّٰ وَرَسُوْلَ وَیَسْعَوْنَ فِی الأَرْضِ فَسَاداً أَنْ یُّقَتَّلُواْ أَوْ یُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَیْدِیْمْ وَأَرْجُلُُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ یُنْفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذٰلِکَ لَُمْ خِزْی فِی الدُّنْیَا وَلَُمْ فِی الاٰخِرَۃِ عَذَاب عَظِیْم''(3)
''جو لوگ الل تعالیٰ اور اس ک رسول س لڑیں اور زمین میں فساد کرت پھریں ان کی سزا یی ک و قتل کردئی جائیں یا مخالف

جانب سے ان کے ہاتھ پاؤ ںکاٹ دئیے جائیں یا انھیں جلاوطن کردیا جائے یہ تو ہوئی ان کی دنیاوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے ''۔
اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عکل اور عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہوکر مدینے آئے انھیں مدینے کی آب وہوا راس نہ آئی تو نبی کریم ﷺ نے انھیں مدینے سے باہر ' جہاں صدقے کے اونٹ تھ ' بھیج دیا کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیو' اللہ تعالیٰ شفا عطافرمائے گا چنانچہ چند روز میں وہ ٹھیک ہوگئے لیکن اس کے بعد   انھو ں نے اونٹوں کے رکھوالے اور چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹ ہنکاکر لے گئے جب نبی کریم ﷺ کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے جو انھیں اونٹوں سمیت پکڑ لائے ۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہاتھ پیر مخالف جانب سے کاٹ ڈالے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں (کیونکہ انھوں نے بھی چرواہے کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا) پھر انھیں دھوپ میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ وہیں مرگئے ۔ صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ انھوں نے چوری بھی کی ، قتل بھی کیا ، ایمان لانے کے بعد کفر بھی کیا اور اللہ ورسول کے ساتھ محاربہ بھی ۔ (صحیح بخاری کتاب الدیات ، والطب والتفسیر صحیح مسلم کتاب القسامہ) یہ آیت محاربہ کہلاتی ہے ۔ اس کا حکم عام ہے یعنی مسلمانوں اور کافروں دونوں کو شامل ہے ۔

---

1)سورۃ الفتح آیت :29   (2)سورۃ النحل آیت :126   (3)سورۃ المائدہ آیت 33

خلاصہ کلام :۔

نبی ﷺ کا فیصلہ بالکل قرآن مجید کے احکامات ک موافق تھا لٰذا حدیث پر اعتراض کالعدم ہے ۔ پیشاب پلانے کا مسئلہ اور اس کا مفصل جواب اعتراض (١١) کے ازالہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

چوبیسواں (24)اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں کہ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ چھوت یعنی متعدی بیماری کوئی ہے نہیں ،لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ کوڑھی سے یوں بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔(بخاری کتاب الطب صفحہ : 259)

(اسلام کے مجرم صفحہ: 37)

ازالہ :۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث مبارکہ ان الفاظ سے منقول ہے ۔

'' قال رسول اللہ ﷺ لاعدوٰی ولاطیرۃ ولا ھامۃ ولاصفر وفرمن المجذوم کما تفر من الأسد'' (1)

''سیدناابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی بیماری چھوت (2) نہیں ہوتی اور نہ نحوست کچھ ہوتی اور نہ الو کا بولنا نحوست ہوتا ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس

ہوتا ہے کہ کوڑھی کے مریض سے ایسے دور رہو جیسے شیر سے دور رہتے
ہو ۔''
ڈاکٹر شبیرکو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان
میں تضاد اور ٹکراؤ پایا جاتا ہے کہ ایک جگہ تو آپ کا فرمان ہے کہ
کوئی بیماری چھوت (متعدی)نہیں ہوتی ۔جبکہ دوسری طرف فرمارہے
ہیں کہ کوڑھی کے مریض سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو ۔
جب بیماری چھوت ہی نہیں ہوتی تو کوڑھی سے دور رہنے کا کیا مطلب
؟یہ روایت بظاہر متعارض ہے مگر اصلاً اس میں کوئی تعارض نہیں
ہے۔بلکہ ان تمام روایات کی مختلف محل ہیں اگر ان پر غور کرلیا جائے
تو اختلاف دور ہوجاتا ہے جیساکہ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
قال ابو محمد : ونحن نقول: انہ لیس فی ھذا اختلاف ولکل معنی
منها،وقت وموضع ، فاذا وضع بموضعہ ذال الاختلاف۔(تاویل مختلف
الحدیث ص96الابن قتیبہ)یعنی یہاں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ہرحدیث کا
اپنا ایک وقت ہے اور جب اس کو اس کی جگہ رکھا جائے گا تو اختلاف
ختم ہوجائے گا۔ اگر آپ غور فرمائیں تو حدیث کے

---

1)صحیح بخاری کتاب الطب باب الجذام رقم الحدیث 5707
2)ایک سے دوسرے کو بیماری لگ جانا

پہلے جز میں رسول اللہ ﷺ امت کے عقیدے کی تعمیر وتوثیق فرمارہے
ہیں کہ بیماری اللہ رب العزت کی طرف سے ہی ہوتی ہے کسی کو
چھولینے سے یا کسی کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے کسی کو کوئی بیماری
نہیں لگتی ۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ :
قُلْ کُلّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ط(1)
'' کہہ دوسب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ''
اور صحیح بخاری میں اسی موضوع کی ایک اور روایت موجود ہے رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا '' لا عدوی ولاصفر ولا ھامة '' کہ کوئی بیماری چھوت
نہیں ہوتی صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہوتا اور الوکابولنامنحوس نہیں
ہوتا تو ایک اعرابی (دیہاتی)نے عرض کیا کہ ،
'' یا رسول اللہ فما بال اء بلی تکون فی الرمل کأنها الظباء فیأتی
البعیر الأجرب فیدخل بینها فیجر بها ''۔
''اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اونٹوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ
ریگستان میں چرنے چگنے والے ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں پھر اچانک ان
میں کوئی خارش زدہ اونٹ آجاتا ہے اور ان میں سے مل کر ان کو بھی
خارش زدہ کردیتا ہے''
تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ
'' فمن أعدی الأول '' (2)
''(یہ بتاؤ) اس پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا ؟''
یعنی جس ذات باری تعالیٰ نے پہلے اونٹ کو خارش زدہ کیا اسی کے
حکم سے دیگر اونٹ بھی خارش زدہ ہوئے ہیں۔اس بات کو مزید اس
طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ بسا اوقات ہمارے شہر میں وائرس وغیرہ
پھیل جاتا ہے توآبادی کا بیشتر حصہ اس سے متاثر ہوتا ہے اور ایک کثیر

تعداد ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے کہ جو اس سے محفوظ رہتے ہیں ۔
ظاہر ہے کہ ان کی بیماری اللہ کی طرف سے ہے اور جو محفوظ رہے
ہیں انھیں اللہ نے بچالیاہے۔ اور جہاں تک تعلق ہے حدیث کے اس جز کا
کہ جس میں جذام زدہ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے تو اس میں
احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جذام زدہ مریض سے اختلاط
نہ کرو اس لئے کہ اللہ رب العزت نے تمھیں بھی یہ بیماری لگادی تو
کہیں تمہارے عقیدے میں یہ کمزوری نہ آجائے کہ یہ بیماری مجھے اس
مجذوم کی وجہ سے
لگی ہے اور اس غلط عقیدے کی وجہ سے توکل علی اللہ کی مضبوط
دیوارمیں دراڑ نہ پیدا ہوجائے جیساکہ اس

---

(1)سورة النسآء ،آیت :78
2)صحیح بخاری کتاب الطب باب لاصفر رقم الحدیث 5717
دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اشکال بیان کیا تھا اور آپ ﷺ نے اس
کا فوراً ازالہ فرمادیا تھا ۔ الغرض حدیث رسول اللہ ﷺ میں کوئی
تعارض وتضاد نہیں ۔ فللہ الحمد
ڈاکٹر شبیر! اگر اس طرح کے ظاہری تضاد کی بناپر حدیث رسول کو
رد کیا جاسکتا ہے تو پھر قرآن مجید کی ان دو متعارض آیات کاآپ کیا
جواب دیں گے ؟
إِنَّکَ لَا تَہْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ (1)
''اے نبی ﷺ ! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ''
جبکہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ،
وَإِنَّکَ لَتَہْدِیْ إِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (2)
'' اور بے شک آپ ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں ۔''
پچیسواں (25) اعتراض:
نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے بیوی میں ،گھرمیں، اور گھوڑے میں ۔
(بخاری کتاب الطب صفحہ:
275) (اسلام کے مجرم صفحہ: 37)
ازالہ :۔
ڈکٹر شبیرنے اس روایت کو صحیح بخاری کتاب الطب سے تحریف کر کے
نقل فرمایا ہے۔ حدیث مذکور میں لفظ المرأة (عورت) کا ترجمہ ''
بیوی '' کیا ہے جو کہ قابل افسوس ہے ! اس سے ڈاکٹر شبیرکی حدیث
دشمنی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔
ڈاکٹر شبیرنے جس حدیث پر اعتراض کیا ہے وہ اصل میں مجملاً بیان
ہوئی ہے ۔ اگر ڈاکٹر شبیرصحیح بخاری کا مفصل مطالعہ کرتے تو ان
کو یہ روایت مل جاتی جو کہ عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہما سے ہی
مروی ہے ۔

---

1)سورة القصص ،آیت :56 2)سورة الشوری ،آیت: 52
''إِن کان الشوم فی شیء ففی الدار والمرأة والفرس '' (1)
'' اگر نحوست ہوتی تو گھر عورت اور گھوڑے میں ہوتی ''

اب دونوں روایتوں کو جمع کیا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نحوست کچھ نہیں ہوتی ، اگر نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی ۔زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا نظریہ تھا کہ فلاں فلاں چیزوں میں نحوست ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے اس غلط نظریۂ کی تردید فرمادی نحوست کا کوئی تصور نہیں۔امی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وضاحت کرتی ہیکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کہا کرتے تھے ''ان اھل الجاھلیة کانوا یتطیرون من ذالک''۔یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ گمان تھا۔(2) اگر نحوست ہوتی تو عورت ،گھر اور گھوڑے(سواری) میں بھی ہوتی کہ جن کو انسان بہت محبوب رکھتا ہے۔اس کے علاوہ اس بات کو بھی خاطر ملحوظ رکھا جائے کہ ہر ادوار میں عورت ،گھراور سواری انسان کی ضرورت بنی ہے انہی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بسا اوقات انسان حرام اشیاء کو بھی اختیار کرلیتا ہے یعنی انہی چیزوں میں فتنہ اور نحوست کا امکان ہرادوار میں رہا ۔ اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے مثلاً کوئی آپ سے یوں کہے کہ اس فلاں چیز کو مت اختیار کرنا اس میں تمہارے لئے خطرہ ہے حالانکہ ابھی اس کے لئے خطرہ نہیں کیونکہ اس نے ابھی اس چیز کو اختیار نہیں کیا لیکن احتیاط کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس طرح کہا جاتا ہے۔بعین اسی طرح حدیث پاک میں جو نحوست کا ذکر ہے اس سے مراد یہی ہے کہ اگر کوئی ان چیزوں کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو توڑتا ہے تو یقینا ان چیزوں میں اس شخص کے لئے نحوست اور فتنہ موجود ہے۔ الغرض حدیث میں نحوست کے وجود کا کوئی تصورنہیں ہے۔ البتہ قرآن میں نحوست کا ذکر ملتا ہے۔ کہ جن ایام میں قوم عاد پر عذاب بھیجا گیا ۔اللہ رب العالمین نے ان ایام کو نحوست سے تعبیر فرمایا :

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحاً صَرْصَراً فِيْ أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِيْ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔(3)

'' بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز وتند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی کہ انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھادیں ۔''

ڈاکٹر شبیراس آیت مبارکہ کا کیا جواب دیں گے ؟

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوّاً لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (4)

'' اے ایمان والوں تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہیں ۔''

---

1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب مایتقی من شوم المرأة رقم الحدیث 5094

2)مشکل الآثار للطحاوی مع تحفة الاخیار جلد1ص224 (3)سورة حم السجدہ ،آیت :16

4)سورة التغابن ،آیت :14

اب بتائیں ڈاکٹر صاحب کیا آپ کی بیوی آپ کی دشمن ہے؟ نہیں تو پھر اس آیت کا کیا جواب ہے دراصل ڈاکٹر صاحب کی ایک سنگین غلطی ہے وہ ہر شے کو عمومی قاعدے پر ڈالتے ہیں حالانکہ اس کا کسی خاص چیز کے ساتھ تعلق ہوتا ہے ۔

چھبیسواں (26)اعتراض:

ابو ہریرہ نے کہا کہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لے جاؤ ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نیں کی کہ چھوت کی بیماری کوئی چیز نہیں تو ابو ہریرہ حبشی زبان میںنہ جانے کیا بکنے لگے ۔ (اسلام کے مجر م صفحہ :37)

ازالہ :۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مرقوم ہے ۔

قال النبی ﷺ لایوردن ممرض علی مصح وأنکر أبو ہریرۃ حدیث الأول ۔ وقلنا ألم تحدث أنہ لا عدویٰ فرطن بالحبشیۃ ۔ قال أبو سلمۃ فما رأیتہ نسی حدیثاًغیرہ (1)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے قریب نہ لاؤ راوی حدیث کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث (لاعدویٰ) کو روایت کرنے کا انکار کیا (یعنی میں نے یہ حدیث نہیں بیان کی)تو ہم نے کہا کیا آپ نے یہ حدیث لا عدوی بیان نہیں کی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حبشی زبان میں کچھ بات کرنے لگے ۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث بھولے ہوں''۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیرنے حدیث کا ترجمہ کرتے وقت بہت زیادہ تو ہین آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں کہ جس کی امید ایک باشعور، مہذب اور تعلیم یافتہ مسلمان سے تو کجاایک عام انسان سے بھی نہیں کی جاسکتی ۔ڈاکٹر شبیرنے حسب سابق حدیث کو نقل کرنے میں تلبیس سے کام لیا ہے اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے فطری دیانت کو

---

1))صحیح بخاری کتاب الطب باب لاھامۃ ۔ رقم الحدیث 5771

بھی پس پشت ڈال دیا ہے ملاحظہ فرمائیں :

(1)حدیث کا پورا ترجمہ نقل نہیں کیا ۔

(2)روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول کہاحالانکہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے ۔

(3)حدیث زیر بحث میں لفظ '' رطن '' کا ترجمہ'' بکنے '' درج کیاہے حالانکہ '' رطن '' کا اصل معنیٰ عجمی زبان میں بات کرنے کے ہیں ۔(1)

قارئین کرام !

امام المحدثین سید الفقہا مجتہد مطلق امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس قدر گھٹیا اور غلیظ الفاظ کا استعمال کرکے نیز احادیث رسول ﷺمیں تحریف کرکے ڈاکٹر شبیرکس کو ''اسلام ک مجرم '' گردان رہے ہیں اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں ۔

اب حدیث مبارکہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں :

سیدناابو ہریرہرضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس لے جانے سے منع فرمایا تو

بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو یہ حدیث لاعدویٰ (چھوت کوئی چیز نہیں ہوتی)اللہ کے رسول ﷺ سے بیان فرمائی تھی تو ابو ہریر رضی اللہ عنہ نے اس کے بیان سے انکار فرمادیا (بھول جانے کی وجہ سے)اور حبشی زبان میں کچھ بات کرنے لگے وہ الفاظ کیا تھے خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

''فقال الحارث أتدری ما ذاقلت ؟ قال لا قال اء نی أبیت ''(2)

''سیدناابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حارث (راوی حدیث) سے کہا کہ تمھیں پتا ہے میں نے کیا کہا ؟ حارث نے جواب دیا کہ نہیں معلوم ۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے (حبشی زبان میں)کہا تھا کہ میں انکار کرتا ہوں ۔''

اور جہاں تک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے انکار کا تعلق ہے تو وہ ان سے نسیان ہوگیا تھا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے علاوہ اور کہیں پر بھی بھول نہیں ہوئی ۔(3) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہر کیف ایک انسان تھے جس کے ناطے ان سے بھول ہوگئی مگر اس سے حدیث پر کوئی اثر

---

1))المنجد صفحہ 391مادہ رطن 2))فتح الباری جلد 10صفحہ 297

3))صحیح بخاری کتاب الطب رقم الحدیث 5771

نہیں پڑتا اس لئے کہ یہ روایت دیگراصحاب رسول سے بھی مروی ہے ۔ اور بھول کی وجہ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ثقاہت (Authenticity)پر بھی کوئی آنچ نہیں آئی ۔

ستائیسواں (27) اعتراض:

حضرت علی کی خدمت میں زندیق پیش کئے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا ۔ علی علم وسخاوت اورعدل کا پیکر زندہ انسانوں کو ہر گز نہیں جلا سکتے ۔ (اسلام کے مجر م صفحہ: 40)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے :

'' عن عکرمة قال أتی علی بزنادقة فأحرقهم فبلغ ذلک ابن عباس ۔ فقال : لوکنت أنا لم أحرقهم لنهی رسول اللہ ﷺ لاتعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتهم لقول رسول اللہ ﷺ من بدل دینہ فاقتلوہ'' (1)

''سیدنا علی رضی اللہ عنہکے پاس زنادقہ لائے گئے تو ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہنے جلوادیا ۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کوجب یہ خبر ملی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو ہاں ان کو قتل ضرور کردیتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسے قتل کردو ۔

اس حدیث سے نکلنے والے نتائج پر غور فرمائیں :

(1) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زنادقہ کو جلادیا ۔

(2)زنادقہ(2) عبداللہ بن سبا(جوکہ حدیث کا انکار اور تحریف کرتا تھا)کے پیروکار تھے ۔

(3)ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کرتا (کیو نکہ
کہ ان کے پاس اس مسئلہ کی حد یث موجود تھی)
(4)نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ
دو (یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ
کی دلیل تھی جس کی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ آگ کا
عذاب دینے سے منع فرماتے تھے ۔)
قارئین کرام !

---

1))صحیح بخاری کتاب استتابۃ المرتدین باب حکم المرتد رقم الحدیث 6922
(2)اس کی تعریف گذشتہ اوراق میں گزرچکی ہے۔

سیدناعلی رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہ تھا جو کہ ابن عباس
رضی اللہ عنہ کے پاس تھی کہ آگ کے عذاب سے کسی کو سزا نہ دو
اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس روایت کا علم ہوتا تو آپ ضرور با
لضرور اس حدیث پر عمل فرماتے کیونکہ آپ تو حدیث رسول پر عمل
کے شیدائی تھے اور اس کے خلاف کچھ ہوتا دیکھ کر احتجاج فرماتے تھے۔
جیساکہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ ،
أتی عمر بمجنو نۃ قد زنت فاستشار بها أناسا ، فأمر بها عمر أن ترجم
فمر بها
علی بن ابی طالب فقال ماشأن هذہ؟قالو:مجنونۃ بنی فلان زنت
فأمربهاعمر أن ترجم ،قال فقال ارجعوابها ثم أتاہ فقال ياأمير المؤمنين
أما علمت أن القلم قدرفع عن ثلاثة عن المجنون حتٰی يبرأ وعن النائم
حتی يستيقظ وعن الصبی حتٰی يعقل ؟ قال بلٰی قال فمابال هٰذہ ترجم ؟
قال لاشیء قال فأرسلهاقال فجعل يكبر (1)
''سیدناعمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پاگل عورت کو لایا گیا کہ جس
نے زنا کیا تھا عمررضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کرکے اس کے
رجم کا حکم دے دیا اسی دوران میںعلی رضی اللہ عنہ کا وہاں سے
گذرہوا تو انہوں نے پوچھا کہ اس کو کیوں پکڑ رکھا ہے تو لوگوں نے کہا
کہ اس پاگل عورت نے زنا کیا ہے اور عمررضی اللہ عنہ کے حکم کے
مطابق اسے رجم کے لئے لے جارہے ہیں تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ اس کو واپس لے کر چلو اور عمررضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر
آپ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تین لوگ
مرفوع القلم ہیں (۱) پاگل جب تک صحیح نہ ہوجائے (۲)سوتا ہوا
شخص جب تک بیدارنہ ہوجائے (۳) بچہ جب تک بالغ نہ ہوجائے ۔
عمررضی اللہ عنہ نے کہا! کیوں نہیں ایسا ہی ہے ،پھر علی رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ اس عورت کو رجم کیوں کیا جارہا ہے ؟اسے
چھوڑوچنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور آپ(اللہ کے خوف
سے) تکبیر کہتے رہے تھے ۔''
ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حدیث رسول اللہ
ﷺ کے خلاف خود کچھ ہوتا دیکھیں اور مخالفت نہ کریں اور پھر خود ہی
حدیث کے خلاف عمل کریں یقینا سیدنا علی تک یہ حدیث نہیں پہنچی

تھی جس کی وجہ سے آپ غلطی کر بیٹھے اور رہی بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عدل وسخاوت کی تو اس غلطی سے ان اوصاف پر کوئی حرف نہیں آتا ۔

---

1)) ابو داؤد کتاب الحدود باب المجنون یسرق ،رقم الحدیث 4399
قرآن میں ارشاد ہے :
وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی(1)
'' اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گئے ''
اب اگر آدم علیہ السلام کی غلطی اور نافرمانی کے باوجود ان کی قدرُ منزلت میں کوئی فرق نہیں آسکتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ایک صحابی رسول ہیںعشرہ مبشرہ میں سے ہیں قرآن نے ان کی ضمانت دی ہے کہ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ''(2) تو ان کی قدر منزلت عدل وسخاوت اپنی جگہ برقرارہے اور رہے گی۔ان شاء اللہ۔
دراصل سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سخت سزا اس لئے متعین کی کہ وہ لوگ حد سے زیادہ تجاوز کرگئے تھے اور اپنے عقائد اور عزائم میں بہت سخت ہوگئے تھے جب علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جلایا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ ہی کے قول سے اپنی کمزورعقیدے اور گمراہی کی بنیاد رکھنا چاہی اور وہ کہتے تھے کہ آگ اور پانی کا عذاب چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہم لوگوں کو یہی سزا دی ہے اور جلایا بھی ہے لہٰذا وہ عین خدا ہیں اور وہ یہ کہتےٰ تھے کہ ''لایعذب بالنار الا رب النار''۔ یعنی رب ہی آگ سے عذاب دینے کا حقدار ہے ۔اس
سنگین جرم میں ان کو جلایا تھا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے تھے جیساکہ ،
ابو منظر الاسفراینی لکھتے ہیں :
''ان الذین احرقھم علی طائفة من الروافض ادعوا فیہ الالھیة وھم السبائیة ''۔
یعنی وہ لوگ جن کو علی رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلایا تھا وہ رافضی اور سبائی تھے جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ بنایا تھا ۔ (3)
الغرض علی رضی اللہ عنہ کا جلانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید میں کتنے مضبوط تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا کتنا برا لگتا تھا اس پاداش میں ایسی سزا تجویز کی ۔ اور اس سزا کی ممانعت کا علم اگر ان کو نہ ہوسکا تو بہت سارے ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں کہ جن تک تمام احادیث نہیں پہنچی لٰہذا

---

1))سورة طٰہٰ آیت :121 2))سورة البینة ،آیت :8 (3)فتح الباری جلد13ص 334-335 ،الملل والنحل
علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ایک تھے ۔ لٰذا حدیث پر اعتراض فضول ہے ۔

اٹھائیسواں(28) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ غلام مجھ سے کون خریدتا ؟ حضرت نعیم نے 800درہم میں خرید لیا۔(کتاب الاکراہ بخاری صفحہ:669)ڈاکٹر شبیرتبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا نبی ﷺ غلام فروخت کرتے تھ ؟ (اسلام کے مجرم صفحہ :40)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیرنے حدیث نقل کرنے میںحسب عادت تلبیس سے کام لیا ہے اور حدیث کا جز نقل کرکے اس کو اسلام دشمن سازش بنا ڈالا۔حالانکہ صحیح بخاری میں موجود اس روایت کو پس منظر کے تناظر میں دیکھا جائے تو حدیث رسول ﷺقابل اعتراض نہیں بلکہ قابل تعریف نظر آئ گی ۔

'' عن جابر أن رجلاًمن الأنصار دبر مملوکاً ولم یکن لہ مال غیرہ فبلغ ذٰلک رسول اللہ ﷺ فقال من یشتر یہ منی ؟فاشترا نعیم بن النحام بثمانما ئة درھم''(1)

''سیدناجابررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کرلیا (2)اور ان کے پاس غلام کے علاوہ اور کچھ مال متاع نہ تھا پس جب اس بات کی خبر اللہ کے رسول ﷺ کو پنچی تو آپ نے (اس غلام کو لے کر)فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا ؟ تو اس کو نعیم بن النحام نے آٹھ سو درھم میں خرید لیا ۔''

صحیح بخاری کی اس مکمل روایت سے جو نکات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں :

(1) انصاری صحابی نے اپنے غلام کی تدبیر کی ۔

(2)اس غلام کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا مال ومتاع نہیں تھا ۔

(3) اس صحابی رسول ﷺ کے انتقال کے بعد وہ غلام آزاد ہوجاتا اور ان کے گھر والے وراثت سے محروم رہتے اور تنگ دستی کا شکا رہتے ۔

(4)ا س بات کی خبر جب رسول ا للہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے ا ہل وعیال کی تنگ دستی کاخیال

---

1))صحیح بخاری کتاب الاکراہ باب اء ذا اکرہ حتٰی وھب عبداً......رقم الحدیث 6947

2))مدبر کا معنی ہے کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا غلام آزاد ہے ۔

رکھتے ہوئے اس غلام کو فروخت کردیا اور اس کی قیمت ان کو دے دی تاکہ وہ اس مال سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کرسکیں ۔نبی کریم کا یہ عمل ان صحابی اور ان کے گھر والوں کے حق میں (Future planning) تھی جو کہ انہی کے لئے مفید تھی ۔یاد رکھیں ڈاکٹر صاحب بغیر پس منظر دیکھے آپ ہمیشہ مغالطے کی دنیا میں ہی تیرتے رہیں گے لہٰذا اس الجھن اور مغالطے سے بچنے کے لئے حدیث کا پس منظر ضرور دیکھ لیا کریں تاکہ تمام حقیقت آپ کے سامنے آشکار ہوجائے ۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک گھرانہ کی کفالت کی خاطر اس غلام کو فروخت فرمایا ۔ ڈاکٹر شبیرنے اس حدیث

کا ایک جز نقل کرکے حدیث کو محل نظر قراردے دیا اور رسول اللہ ﷺ
کی بابرکت ذات کو غلام بیچنے والا بناڈالا ۔نعوذ باللہ من ذٰلک
انتیسواں (29) اعتراض:
صحابہ کرام کو ایک غزوہ میں لونڈیاںحاصل ہوئیں چاہا کہ ان کے
ساتھ صحبت کریں لیکن حمل نہ ٹہرے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بار
میں سوال کیا(یعنی برتھ کنٹرول) رسول اللہ ﷺ نے نعوذبا للہ فرمایا:
حل تفعلون بالفرج؟ کیا تم ۔۔۔۔ (بخاری کتاب التوحید) (اسلام کے
مجرم صفحہ :40)
ازالہ:۔
صاحبو!ہمیں بڑے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈاکٹر
شبیرنے خیانت وکذب بیانی کی انتہا کردی ہے ۔ حدیث رسول اللہ ﷺ کو
کچھ کا کچھ بناکر پیش کیا ہے ۔حدیث رسول (جو دین اسلام
کا دوسرا سب سے بڑا ماخذ ہے)میں تحریف کرکے اپنے آپ کو ان
ملحدوں کی صف میں لاکھڑا کیا ہے کہ جن کے متعلق ارشاد ربانی ہے :
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِباً أَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَہُ (1)
'' اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر افترا ء پر دازی
کرے یاجب حق اس کے پاس آئے ،توآئی ہوئی چیز کی تکذیب کرے''
ڈاکٹر شبیرنے جن الفاظ اور حوالے سے حدیث نقل کی ہے وہ صحیح
بخاری میں کہیں موجود نہیں بلکہ صحیح بخاری کتاب التوحید میں ان
الفاظ سے مرقوم ہے :

---

1)سورۃ العنکبوت ،آیت 68
'' عن أبی سعید الخدری فی غزوۃ بنی المصطلق أنھم أصابوا سبایا
فأرادو أن یستمتعوا بھن ولا یحملن فسألوا النبی عن العزل فقال
ماعلیکم أن لا تفعلوافائن اللہ قد کتب من ھو خالق اء لی یوم القیامۃ'' (1)
''سیدناابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بنو
مصطلق میں ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)کو بہت لونڈیاں حاصل
ہوئیں پس انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ ان سے صحبت کریں لیکن ان کو
حمل نہ ٹھرے (تو انہوں نے)عزل(2)سے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے
فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پیدا ہونے
والوں کو لکھ دیا کہ جن کو وہ پیدا کرے گا ۔''
قارئین کرام !
ڈاکٹر شبیر کی پیش کردہ روایت اور مذکورہ حدیث کو ایک بار پھر
مطالعہ کرکے تقابل کریں تو آپ کو حدیث کے الفاظ اور ڈاکٹر شبیرکی
نقل کردہ روایت میں واضح فرق نظر آئے گا جس کی وجہ سے ہمیں
اپنے قلم کی زبان میں ذراسختی کرنا پڑی وگرنہ ہمیں ڈاکٹر شبیرسے
کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے اور رہی بات عزل کی تو نبی ﷺ نے عزل
کی اجازت کسی خاص مقصد کے تحت عطا فرمائی تھی ۔
سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہماسے مروی ہے کہ ایک
آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ ک

رسول ﷺ ! میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو ؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ میں اپنے بچے پر شفقت کے باعث ایسا کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :اگر یہ ضرررساں ہوتا تو اہل روم وفارس کو ضرور ضرر دیتا (3)

مذکورہ روایت میں صحابی رسول ﷺ نے عزل کرنے کی وجہ اپنے بچے پر شفقت بتلایا ہے لیکن بنیادی طور پررسول اللہ ﷺ کا فرمان :

'' مامن نسمة كائنة اء لى يوم القيامة اء لاوهى كائنة ''(4)

''جس جان کو آنا ہے قیامت تک وہ آکر رہے گی ۔(چاہے تم لاکھ تدبیرکر ڈالو)''

---

1)صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ هو اللہ خالق الباری رقم الحدیث 7409

2)مانع حمل 3))صحیح مسلم کتاب النکاح بابجواز الغیلة وهی وطیء المرضع ح 1442

4)بخاری کتاب النکاح باب العزل ح 5210،مسلم کتاب النکاح باب حکم العزل ح 1438

جہاں تک معاملہ لونڈی رکھنے اور ہمبستری کاہے تو اس کی اجازت خود قرآن کریم دیتا ہے :

''وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۝ لَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ'' (1)

'' اور وہ لوگ(مومنین)اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں کے پس اس معاملہ میاں پر کچھ ملامت نہیں ہے''

تیسواں (30) اعتراض:

ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہیئے جس کی خوب اولاد ہو ۔
(امام غزالی بحوالہ بخاری بیہقی احیاء العلوم صفحہ: 75) (اسلام کے مجرم صفحہ: 42)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیرنے اس روایت کو بھی جزوی طور پر نقل کیا ہے اور عوام الناس کو حدیث رسول ﷺ سے متعلق دھوکا دینے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ روایت سنن ابی داؤد میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے :

'' عن معقل بن يسار قال رسول اللہ ﷺتزوجوا الودودالولود فنى مكاثر بكم ''(2)

''سیدنامعقل بن یساررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محبت کرنے والی اور بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو تاکہ میں(قیامت کے دن تم پر) تمهاری(کثرت کی) وجہ سے فخر کر سکوں ''

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دے رہے ہیں جو محبت کرنے والی ہو اور بانجھ نہ ہو ۔تو اس حدیث میں ایسی کونسی بات ہے جو قابل اعتراض ہے ۔ انسان نکاح محبت اور

اولاد کے حصول کے لئے ہی کرتا ہے ۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمادی تو اعتراض کیوں ؟

---

1)سورة المؤمنون ،آیت: 5.6
2)سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء رقم الحدیث2050 ،
سنن النسائی :3227

نیز قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :''وَابْتَغُواْ مَا كَتَبَ اللّٰہُ لَكُمْ ض''
(اور تم بیویوں سے رمضان المبارک کی راتوں میں مباشرت کرو)اور جو چیز (اولاد)اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اسے تلاش کرو ''۔ (البقرة آیت: 187)اس آیت سے ثابت ہوا کہ بیوی سے مباشرت کا مقصد ہی اولاد کا حصول ہے ۔ اب دیکھتے ہیںکہ موصوف اس آیت پر کیا اعتراض کرتے ہیں ؟

دراصل برتھ کنٹرول کا سلسلہ اور دو بچے خوشحال گھرانہ یہ سب انگریزوں کی اسلام دشمنی پر مبنی ہے ان کا ارادہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہو اور مسلمانوں کو بھی نت نئے انداز سے ڈرایا جاتا ہے کہ اگر زیادہ بچے ہونگے تو ان کے مسائل ، کھانے کا بندوبست ،کپڑے اور ان کی تعلیم وتربیت کہاں سے پوری کرو گے؟حالانکہ جب ان کے ملک کی باری آتی ہے تو وہ اپنے ملک میں پیکج کی صورت میں اعلان کرواتے ہیں کہ جس خاتون کے ہاں زیادہ بچے ہونگے اسے فلاں فلاں سہولتیں مہیا کی جائیں گی ۔اس بات کو ڈاکٹر صاحب بھی جانتے ہونگے حالانکہ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ جتنی آبادی بڑھے گی اتنے ہی اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے وسائل بھی مہیا کرے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ ِمْلاقٍ ''۔(1)

اکتسواں (31) اعتراض:

ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :مجھے دوزخ دکھلائی گئی اور وہاں زیاد تر عورتیں پائی گئیں ۔
(بخاری کتاب الایمان صفحہ: 102)   (اسلام کے مجرم صفحہ: 44)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے ۔
'' عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ أُریتُ النار فذا أکثر أھلا النساء یکفرن''قیل أن یکفرن باللہ؟قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان(2)لوأحسنت لی حد اھن الدھر ثم رأت منک شیئاً قالت : مارأیت منک خیراقطہ

---

1) سورہ اسراء آیت31
2)صحیح بخاری کتاب الایمان باب کفر ان العشیر رقم الحدیث 29

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،وہ فرماتے ہیںکہ نبی
ﷺ نے فرمایا :مجھے جہنم دکھائی گئی پس اس میں اکثریت عورتوں کی
تھی جو کفر(نافرمانی) کرتی ہیں کہا گیا کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی
ہیں ؟ فرمایا: شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان فراموشی
کرتی ہیں اگر تم ان میں سے کسی کی طرف زندگی بھر احسان کرو
پھر وہ تمھاری طرف سے کچھ پریشانی دیکھ لے تو کہتی ہے : میں نے
تم سے کبھی خیر دیکھی ہی نہیں'' ۔
ڈاکٹر شبیرنے حدیث رسول اللہ ﷺمیں مغالطہ پیدا کرنے کے لئے لفظ
''یکفرن'' حذف کردیا کہ جس کے ،معنی ''کفر کرنے کے ہیں '' ۔
اب حدیث رسول ﷺکا منشا یہ ہے کہ جنم میں عورتوں کی کثرت ان
کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے
ہوگی بلاوجہ نہیں لہٰذا اعتراض کالعدم ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں کی بہ نسبت
زیادہ ہے اگر جہنم میں زیادہ ہوں گی تو حیرت کیوں ہے ؟ کیا قرآن
مجید نے منع کیا ہے کہ عورتوں کی اکثریت جہنم میں نہیں ہوگی ؟
تیسرا جواب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب بتائیے کہ عام حالات میں عورتیں
کتنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہیں ؟ اور دنیا کی آبادی میں کتنی ایسی
عورتیں ہیں جو شرک ، بدعات ، کفر، ترک نماز ، چغلی اور حسد میں
ملوث ہیں یہی اہم وجوہات ہیں جن کی بناء پر عورت کی کثرت
جہنم میں ہوگی لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول
بتیسواں (32) اعتراض:
سیدنامحمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے منہ میںکلی
کی جب میں پانچ سال کا تھا ۔ (بخاری کتاب العلم صفحہ :
130) (اسلام کے مجرم صفحہ: 44)
ازالہ :۔
قارئین کرام !
ڈاکٹر شبیرنے یہاں پربھی حدیث کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا
ہے اور حدیث میں موجود لفظ ''وجھہ''(چہرہ) کا ترجمہ ''منہ '' کیا ہے
حالانکہ عربی میں ''منہ '' کے لئے '' فم '' آتا ہے ۔
حدیث ملاحظہ فرمائیں :
عن محمود بن ربیع قال : عقلت من النبی مجة مجها فی وجھی وأنا ابن
خمس سنین من دلو(1)

---

1)صحیح بخاری کتاب العلم باب متٰی یصح سماع الصغیر رقم الحدیث 77
'' محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے رسول اللہ ﷺ نے میرے
چہرے پر ڈول سے (پانی لے کر)کلی فرمایاتھا اور میں پانچ سال کا تھا ۔''
چونکہ رسول اللہ ﷺ کے جھوٹے میں اللہ رب العالمین نے شفارکھی تھی
اس لئے آپ نے اس صحابی پر کلی فرمایا تاکہ اللہ ان کے چہرے
کوبیماری سے بچائے اور تروتازہ رکھے ۔حافظ ابن حجررحمہ اللہ فرماتے
ہیں : ''أولیبارک علیہ بھا''۔ حیرت کی بات ہے کہ صحابی اس کو فخر

سے بیان فرمارہے ہیں مگر ڈاکٹر شبیرکو یہ بات قابل اعتراض نظر آرہی ہے ۔ مدعی سست گو اہ چست ۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کسی کوڑھی اور اندھے وغیرہ کو ہاتھ پھیر کر باذن اللہ شفا دیتے تھے۔ اب کوئی ہاتھ پھیرنے کو غلط معنوں میں استعمال کرے تو ہم اس شخص کو یقینا اس گھٹیا اور سطحی سوچ پر ملامت کریں گے۔ جیساکہ میرے بعض پروگرامز میں بھی اس طرح کے سوالات اٹھائے گئے تھے ۔پھر اگر کوئی شخص نبی کریم کی معجزاتی کیفیات کے متعلق ایسا ذہن رکھے تو اس بارے میں کیا خیال ہے ؟
تینتسواں (33) اعتراض :
رسول اللہ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ)ہ(کے دونوں گال سرخ ہوگئے اور آپ کا چہرہ لال ہوگیا (بخاری کتاب العلم صفحہ: 136)   (اسلام کے مجرم صفحہ:44)
ازالہ:۔
ڈاکٹر شبیرکو اس پر بھی اعتراض ہے کہ نبی اکرم کو غصہ کیوںآگیا ۔لگتا ہے موصوف رسول اللہ کو انسان ہی نہیں سمجھتے حالانکہ اللہ کے رسول ایک بشر اور انسان تھ :
قُلْ اِنَّمَا أَنَا بَشَر مِّثْلُکُمْ (1)
'' اے نبی کہہ دیں کہ میں تمھاری طرح ایک بشر ہوں ''
ایک حدیث میں ہے:
''نما أنا بشر ا رضی کما یرضی البشروأغضب کما یغضب البشر ....(2)   بے شک میں ایک بشر ہوں میں خوش ہوتا ہوں جیساکہ انسان خوش ہوتا ہے اور مجھے بھی غصہ آتا ہے

(1)سورة کہف ،آیت 110   (2)صحیح مسلم: 6628
جیساکہ انسان کو غصہ آتا ہے ۔
سیدنا موسٰی علیہ السلام کے غضب وغصہ کے علاوہ سیدنایونس علیہ السلام کے لئے بھی (دیکھئے سورة الانبیا آیت87)نیز اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ بھی نافرمانوں پر بھڑکتارہتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں قرآن کریم ۔ چونکہ اللہ کے نبی ایک انسان تھے اور غصہ انسانی فطرت میں داخل ہے لہٰذا نبی کریم ؐ کا غصہ میں آجانا ایک فطری عمل تھا رہی بات ایک نبی کا غصہ میں آجانا تویہ بات قرآن کریم سے ثابت ہے ۔
وَلَمَّا رَجَعَ مُوسٰی اِلٰی قَوْمِہ غَضْبَانَ أَسِفاً لا (1)
'' جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تھے ۔''
بلکہ غصہ کا یہ عالم تھا :
وَأَلْقَی الأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِیْہِ یَجُرُّہ اِلَیْہِ ط (2)
'' اور (توریت)کی تختیاں پھینک دی اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے ۔''
ڈاکٹر شبیرکو اس حدیث پر اعتراض اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں نبی کے غصہ کی حالت کا ذکر تو ڈاکٹر شبیراس آیت پر کیا رد عمل ظاہر کریں گے جس آیت میں نبی کے غصہ کے ساتھ غصہ کا

ردعمل بھی ذکر ہے تو ثابت ہوا کہ ڈاکٹر شبیرکا اعتراض عبث اور
بالکل فضول ہے ۔
چونتیسواں (34) اعتراض:
رسول اللہ ﷺ نے ایک رات فرمایا کہ حجرے والیوں (یعنی امات
المؤمنین)کو جگادو بہت سی لباس والیاں ایسی ہیں کہ آخرت میں
ننگی ہونگی ۔
آپ ﷺ اپنی ازواج کے بارے میں درشت نہ تھے ۔ (اسلام کے مجرم
صفحہ :45)
ازالہ:۔
ڈاکٹر شبیرکو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس
روایت کے مطابق اپنی ازواج سے

---

1)سورة اعراف ،آیت :150 (2)سورة اعراف ،آیت :150

درشت رویہ رکھتے تھے اور ان کو رات میں جگا دیا کرتے تھے ۔
اگر ہم پوری روایت کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوگی
کہ آپ نے اپنی ازواج کے ساتھ درشت (سخت) رویہ اختیار نہیں کیا بلکہ
ان کے ساتھ بھلائی کی کہ ان کو صلاۃ تہجد کے لئے بیدار کیا ۔اور''رب
کاسیةفی الدنیا ''(بہت سے کپڑے والی آخرت میں ننگی ہوگی) کے
الفاظ ازواج مطہرات کے متعلق نہیں بلکہ ان
عورتوں کے متعلق فرمائے جو اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کرتی ہیں ۔
مکمل حدیث درج ذیل ہے :
''عن أم سلمة قالت استیقظ النبی ﷺ ذات لیلة فقال سبحان اللہ ماذا
أنزل اللیلة من الفتن ،وماذا فتح من الخزائن ایقظوا صواحب الحجر فرب
کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة ''(1)
'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ
رات کوبیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کیا کیا فتنہ
نازل ہوئے ہیں ، اور آج کن کن خزانوں کے دروازے کھلے ہیں؟ حجرے
والیوں کو جگادو (تاکہ وہ تہجد کی نماز پڑھ لیں)کیونکہ بہت سی
لباس والیاں آخرت میں بے لباس ہونگی ''
اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل چارباتیں بیان
فرمائی ہیں :
(1)آج کی رات بہت سے فتنے نازل ہوئے ہیں ۔
(2)آج کی رات بہت سے خزانوں کے دروازے کھولے گئے ہیں ۔
(3)حجرے والیوں (امہات المؤمنین) کو جگادو ،تاکہ وہ عبادت کریں ان
فتنوں سے پناہ مانگیں جو آج
رات نازل ہوئے ہیں اور ان (رحمت کے) خزانوں کا سوال کریں جن کے
منہ آج رات کھول دئیے گئے ہیں ۔
(4)بہت سی لباس والی عورتیں قیامت کے روز بے لباس ہونگی ۔
ڈاکٹر شبیرنے غلط فہمی کی بنا پر سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے
ازواج مطہرات کو بلاوجہ رات میں بیدار کرکے درشتگی کا رویہ اختیار

فرمایا (نعوذ باللہ)بلکہ جگانے کا مقصد صرف عبادت تھا جیساکہ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ:

---

(1)صحیح بخاری کتاب العلم باب العلم والعظة باللیل رقم الحدیث 115

''وأشار بذٰلک ۔ اء لٰی موجب اء یقاظ أزواجہٖ أی ینبغی لھن أن لا یتغافلن عن العبادة ویعتمدن علٰی کونھن أزواج النبی ''(1)
'' (اس حدیث)میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ﷺ نبی کریم کا اپنی ازواج کو رات میں بیدار کرنا اس لئے تھا کہ وہ عبادت سے غافل نہ رہ جائیں اور صرف اس پر ہی اعتماد نہ کرلیںکہ وہ نبی ﷺ کی بیوی ہیں ''
ڈاکٹر شبیرکا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ کے ﷺ نبی کا ''رب کاسیة''۔ کہنا ازواج مطہرات کے لئے تھا ،یہ بھی بہت بڑی غلط فہمی بلکہ بہتان ہے حدیث میں کہیں یہ بات موجود نہیں کہ آپ نے یہ بات ازواج مطہرات کے متعلق فرمائی ۔ بلکہ دیگر احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بدکار عورتوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے
ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قوم کو مخاطب کیا:
''یا رب کاسیة فی الدنیاعاریة فی والآخرة''(2)
علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :
''یارب کاسیة ای قوم رب کاسیة''(3)
'' اے قوم والو!بہت سی لباس والیاں آخرت میں بے لباس ہونگی ''
بالفرض اگر تسلیم بھی کرلیاجائے کہ یہ الفاظ ازواج مطہرات سے کہے گئے تو اس سے مراد صرف ترغیب وتنبیہ ہے نہ کہ وعید۔
جیساکہ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے ازواج مطہرات کو مخاطب کرکے فرمایا :
یَآ نِسَآءَ النَّبِیِّ مَن یَأْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُضَاعَفْ لَہَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ (4)
'' اے نبی کی بیویوں تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کرے گی تو اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا ''
اب اس آیت کا منشا یہ نہیں کہ ازواج ایسا کریں گی بلکہ محض تنبیہ مراد ہے تو حدیث کامنشا بھی یہی ہے۔آخر میں ایک گزارش ڈاکٹر شبیر کی خدمت میں ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح کرتی ہے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح مسلم شریف کی حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ یہ بات مترشح ہوجائے کہ آخرت میں جو عورتیں ننگی ہونگی ان سے مراد کونسی عورتیں ہیں ؟؟

---

(1)فتح الباری جلد 1صفحہ 279 (2)صحیح بخاری کتاب التہجد باب تحریض النبیﷺ علٰی قیام الیل رقم الحدیث 1126 3)) عمدة القاری جلد 7صفحہ 260 4))سورة الاحزاب ،آیت :30
امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حدیث ذکر فرماتے ہیں :

عن ابی هريرة قال: قال رسول الا صنفان من أهل النار لم أرهما ....(1)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جہنمیوںکے دوگروہ ایسے ہیں کہ جنہیں میں نے نہیں دیکھا ایک تو وہ لوگ جن کے پاس کوڑے ہیں بیلوں کی دموں کی طرح کہ لوگوں کو اس سے(بلاوجہ) مارتے ہیں دوسرے وہ عورتیں جوکپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں (یعنی باریک کپڑے یا چست اور مختصر لباس پہنتی ہیںجیساکہ آج کے معاشرے میں ہورہا ہے) وہ (لوگوں کو اپنی طرف)مائل کرنے والی اور خود لوگوں کی طرف مائل ہونے والی ہونگی ۔ان کے سر لمبی گردنوں والے اونٹ کی کوہانوں کی طرح اٹھے ہوئے ہونگے ۔ وہ عورتیں جنت میں داخل نہ ہونگی بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکیں گی جبکہ جنت کی خوشبو بہت دور کی مسافت سے محسوس کی جاسکے گی ''۔

غور فرمائیں اس حدیث نے صحیح بخاری کی حدیث کی شرح کردی کہ ان عورتوں کا تعلق امہات المؤمنین رضی اللہ عنهن کے ساتھ نہیں بلکہ کچھ ایسی عورتیں ہونگیں جو کپڑے پہننے کے باوجود بھی برہنہ ہونگیں۔

الغرض حدیث اعتراض سے پاک ہے ۔اور حدیث پر اعتراض بلاوجہ ہے ۔

پیتسواں (35) اعتراض:

ام سلمہ نے فرمایا: اگر عورت کو احتلام نہ ہوتو بچہ اس کا ہم شکل کیوں ہوتا ہے ؟ (کتاب العلم بخاری صفحہ: 150)(اسلام کے مجرم ،صفحہ:45)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیرنے اس روایت کو بھی نقل کرنے میں بے احتیاطی اور تساہل سے کام لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے قول مبارک کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کلام بناکر پیش کردیا اور یہ اعتراض نقل کردیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہاجنسیات کی باتیں بیان فرمارہی ہیں اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں ۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے :

---

(1)صحیح مسلم کتاب اللباس رقم الحدیث 2128

عن أم سلمة قالت جاء ت أم سليم اء لى رسول اللافقالت يا رسول اللہ ﷺ اء ن اللا لا يستحى من الحق فهل على المرأة من غسل اء ذا احتلمت ؟ قال رسول اللہ ﷺ اذا رأت الماء : فغطت ام سلمة تعنى وجهها ۔ وقالت ، يا رسول اللا وتحتلم المرأة ؟ قال نعم تربت يمينك ، فبم يشبهها ولدها؟ (صحيح بخارى كتاب العلم باب الحياء فى العلم رقم الحديث ١٣٠)

''سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہاسے روایت ہے، فرماتی ہیکہ ام سلیم رضی اللہ عنہارسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں پس اس نے کہاکہ اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک اللہ حق سے نہیں شرماتا کیا عورت پر غسل

واجب ہے جب اسے احتلام ہوجائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ہاں جب
وہ پانی دیکھے پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ شرم کے مارے
چھپالیا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ! کیا عورت کو بھی احتلام
ہوتا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ، تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو (اگر
ایسا نہ ہوتاتو) بچے کی شباہت اپنی ماں سے کیسے ہوتی ہے؟''
مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شبیرکے نقل کردہ الفاظ
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی
مرفوع روایت ہے اور اس پر عمومی طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ
کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے اور ماہرین اس بات کی و ضاحت کرتے
ہیں کہ عورت کا نطفہ مقدار میں کم ہوتا ہے لہٰذا ہمیشہ لڑکا پیدا
ہونا چاہئیے لیکن یہاں تو اکثریت ہی عورتوں کی ہے یعنی زیادہ
عورتیں ہی پیدا ہوتی ہیں آخر کیوں ؟؟؟؟؟؟؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اولاد کا ہونا نطفہ کی مقدار پر نہیں ہوتا بلکہ
منشاالٰہی پر ہوتا ہے ۔ کیمیاکے طالب علم جانتے ہیں Titration کرتے
وقت ایک قطرہ بہت بڑے محلول پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے لہٰذا غلبہ
قوت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ مقدار کی مناسبت سے اور سیدہ ام
سلیم رضی اللہ عنہا کا سوال کرنا ایک مسئلہ کی وضاحت مطلوب تھی
اگر ام سلیم رضی اللہ عنہا اس وقت سوال نہ کرتیں تو یہ مسئلہ
ہمارے سامنے کبھی بھی نہ آتا لہٰذا ان صحابیات کا قیامت تک آنے والی
عورتوں پر احسان ہے کہ انہوں نے ایسے مسائل بھی نبی کریم ﷺ سے
دریافت کرلئے جن کا جاننا ہر عورت کے لئے ضروری ہے ۔
چھتیسواں (36) اعتراض:
حضرت علی نے فرمایا :مجھے جریان تھا جس سے میری مذی نکلا کرتی
تھی ۔ (کتاب العلم صفحہ: 150)
(اسلام کے مجرم صفحہ: 45)
ازالہ:۔
ڈاکٹر شبیرکو نہ معلوم احادیث وآثار سے اس قدر دشمنی کیوں ہے ؟
بلاوجہ صحیح روایات کو اسلام دشمن ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیںایک
وجہ یہ ہے کہ غیرمسلم ان احادیث کو محل اعتراض بناکر اسلام پر
تنقید کرتے ہیں ۔ (خلاصہ اسلام کے مجرم صفحہ:43)
عرض ہے کہ غیر مسلم صرف احادیث کی ان روایات پر ہی نہیں بلکہ
قرآن مجید کی آیات پر ایسی ہی تنقید کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے
''ستیارتھ پرکاش'' وغیرہ ۔ تو کیا اب ان غیر مسلموں کی تنقید کا
علمی طور پر منہ توڑ جوا ب دینا چاہئیے یا پھر ''اسلام کے مجرم
''جیسی کتاب کی دوسری قسط شائع کرکے قرآن مجید کی آیات پر بھی
ایسی تنقید کرنی چاہئیے اس کا جواب ہم آپ پر چھوڑتے ہیں ۔
جہاں تک سیدناعلی رضی اللہ عنہ کے قول کا تعلق ہے'' مجھے مذی آتی
تھی ''جریان اور مذی ایک قسم کی بیماری ہے جو انسان کو لاحق
ہوجاتی ہے ۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ایک انسان تھے اگر ان
کو یہ بیماری لگ گئی تو یہ کوئی اچنبھے کی بات تو نہیں ۔لگتا ہے ڈاکٹر
شبیربھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ وروافض جیسا
باطل نظریہ رکھتے ہیں یعنی انہیںانسان نہیں سمجھتے ۔اگر ڈاکٹر

شبیرکو یہ اعتراض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسی جنسی
بیماری کے متعلق بیان کیوں کیا؟تو اس کا جواب حدیث میں موجود ہے
جس کو ڈاکٹر شبیرحذف کرگئے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے
مسئلہ پوچھنے کے لئے اس بیماری کا اظہار فرمایا تھا ۔
مکمل روایت ملاحظہ فرمائیں :
''عن علی قال کنت رجلاً مذاء فامرت المقدادان یسأل النبی ﷺ فسألہ
فقال فیہ الوضوء ''(1)
'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے کثرت سے مذی(
2)آتی تھی میں نے مقداد بن اسود کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ سے
اس بارے میں سوال کریں(کہ اس پر غسل ہے یا وضو)پس مقداد رضی
اللہ عنہ نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو وضو کرنا
چاہیئے ''
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود یہ مسئلہ نبی کریم ﷺ سے شرم وحیا
کی وجہ سے نہیں پوچھا تھا کیونکہ ان کے

---

1)صحیح بخاری کتاب العلم باب من استحیا فأمرغیرہ باالسوال رقم
الحدیث 132
2)شہوت کی وجہ سے شرمگاہ سے نکلنے والے پانی کو مذی کہا جاتا
ہے ۔

نکاح میں نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں
سینتیسواں (37) اعتراض:
عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں :ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو
میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کئے دو کچی
اینٹوں پر رفع حاجت کے لئے بیٹھے ہیں ۔ کیا صحابہ ایسی باتیں کہہ
سکتے تھے؟ (کتاب الوضو بخاری صفحہ:155) (اسلام کے مجرم
صفحہ :45)
ازالہ:۔
قارئین کرام !قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے :
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰہِ أُسْوَۃ حَسَنَۃ (1)
'' یقینا تمہارے لئے نبی کریم ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے ''
لہٰذا قرآن کریم ہمیں زندگی کے ہر شعبہ، ہر لمحہ اور ہر معاملہ میں
نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو بطور اسوہ اختیار کرنہ کا حکم
ارشادفرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ہر مرحلہ میں امت کی
رہنمائی فرماتے تھے اسی لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس
اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کو بیان کیا نہ کہ غلط نظریہ
سے ۔
بلکہ غیر مسلم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کہتے تھے
کہ تمہارا نبی تو تمہیں بول وبراز کے احکامات بھی سکھاتے ہیں تو
صحابی نے جواب دیا ہاں ہمارے نبی محمد ﷺ ہمیں ہر مسئلہ پر
رہنمائی مہیا کرتے ہیں ۔(مسلم) (مفصل روایت پیچھے گزر چکی ہے)
جہاں تک ڈاکٹر شبیرکا یہ اعتراض ہے کہ ۔ صحابی رسول ایسی بات
نہیں کہہ سکتے تو یاد رکھیں ہر چیز کے دو معانی ہوتے ہیں ایک صحیح

اور ایک غلط ہے آپ کے تقویٰ پر منحصر ہے کہ آپ کو نسا مطلب اختیار کرتے ہیں ۔مثلاً قرآن کریم میںارشاد ہے ،کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کو اغلام بازی سے روک رہے تھے ۔ قرآن کریم ذکر کرتا ہے :
قَالَ ٰـؤُلاۤئِ ۔ بَنٰتِیۡ ِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ (2)
''لوط (علیہ السلام) نے کہا :اگر تمھیں کرنا ہی ہے تو میری بیٹیاں موجود ہیں ''
اب بتائیے اس آیت کا صحیح مطلب کیا ہوگا ؟؟؟؟؟؟

---

1)سورۃ الاحزاب ،آیت :21 (2)سورۃ الحجر ،آیت :71

اڑتیسواں (38) اعتراض:
ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پیالہ میں اپنے دونوں ہاتھ اور منہ دھویا اور پھر اس میں کلی کی پھر ابو موسیٰ اور بلال سے کہا :اس میں سے کچھ پی لو۔
(کتاب الوضو بخاری صفحہ:168)(اسلام کے مجرم صفحہ: 45)
اس اعتراض کا مفصل جواب گذشتہ اوراق میں کزر چکا ہے ۔
انتالیسواں(39) اعتراض :
رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے گھوڑے پر آئے اوروہیں کھڑے کھڑے پیشاب کیا (اسلام کے مجرم صفحہ :45)
ازالہ:۔
قارئین کرام !
ڈاکٹر شبیرکا دعویٰ ہے کہ وہ عربی ،اردواور انگریزی وغیرہ زبان پر مہارت رکھتے ہیں ۔(اردو، عربی، انگریزی اورفارسی کی کتابیں تو شبیر احمد خود پڑھ لیتا ہے(اسلام کے مجرم 'صفحہ :32۔)ڈاکٹر شبیرکی علمی قابلیت کی حالت یہ ہے کہ حدیث میں مذکورلفظ'' سباطۃ'' (کوڑے دان) کا ترجمہ ''گھوڑے '' سے کیا ہے جو عربی زبان میں ڈاکٹر شبیرکی ''علمی'' مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس طرح کے کچھ ''علمی شاہکار''تو آپ نے پچھلے اوراق میں بھی ملاحظہ کئے ہونگے اور مزید شاہکار آپ کو اگلے صفحات میں جابجا نظر آئیں گے۔
(نا للہ ونا لیہ راجعون)
زیر بحث روایت صحیح بخاری میں موجود ہے :
''عن حذیفۃ قال أتٰی رسول اللّٰ سباطۃ قوم فبال قائماً الحدیث ''(1)
''سیدنا حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قوم کے کوڑے دان پر آئے اور آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ''
ڈاکٹر شبیرکو اس حدیث پر اعتراض اس لئے ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے

---

1)صحیح بخاری کتاب الوضوئ،باب البول قائما وقاعداً،رقم الحدیث، 224

کا ذکر ہے ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا معمول یہی تھا کہ آپ
بیٹھ کر پیشاب کرتے ۔ مگر جس جگہ آپ نے پیشا ب کیا وہ کوڑا کرکٹ
گندی جگہ تھی بیٹھ کر پیشاب کرنے سے گندگی آپ کے کپڑوں کو خراب
کرسکتی تھی تو اس سے بچنے کے لئے آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ۔
تاکہ قیامت تک امت کے لئے یہ بات واضح ہوجائے اور آسانی ہوجائے کہ
اگر کسی کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آجائے کہ وہ بیٹھ کر اپنی حاجت کو
پوری نہ کرسکے تو کھڑے ہوکر اپنی حاجت پوری کرلے۔ یہ حدیث اسی
سہولت پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس
حدیث پر جو باب قائم کیاہے وہ یہ کہ ''باب البول قائماً وقاعداً   باب
پیشاب کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر کرنا ''۔
بیٹھ کر پیشاب کرنا بالاولی بہتر ہے لیکن اگر اضطرابی کیفیت ہو تو
آدمی کھڑے ہوکر بھی پیشاب کرسکتا ہے ۔ ابن بطال فرماتے ہیں
کہ:دلالة الحدیث علی القعود بطریق الاولی''کہ حدیث اس بات پر
دلالت کرتی ہے کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا اولی ہے ۔(فتح الباری جلد1ص
435)

چالیسواں (40) اعتراض:

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں اور عائشہ کے بھائی عائشہ کے پاس گئے اور
ان سے رسول اللہ ﷺ کے   غسل جنابت کے بارے میں پوچھا ۔ انھوں ن
غسل کرکے دکھایا اور اپنے سر پر پانی بہایا ہمارے اور ان کے درمیان ایک
پردہ حائل تھا ۔(کتاب الغسل بخاری صفحہ:185)
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں ،
مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا زبانی بتادیا ہوتا یا ابو سلمہ اپنی
بیوی کو بھیج کر صحیح غسل کا پتاچلا سکتا تھا بعد میں خود ان سے
سیکھتا ۔   (اسلام کے مجرم صفحہ: 45.46)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیرکو یہاں پر فاش غلط فہمی ہوئی ہے ۔ غسل کے معنی
صرف نہانے کے نہیں بلکہ غسل کے معنی ''پانی''۔ کے بھی ہیں اور ان
معنوں میں یہ لفظ احادیث میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ سیدہ میمونہ
رضی اللہ عنہافرماتی ہیں کہ ۔   وضعت لرسول اللّٰ
غسلاً (1)
''میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا ''

---

1)صحیح بخاری کتاب الغسل باب من افرغ بیمینہ علٰی شمالہ رقم الحدیث۔266
خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ
'' باب الغسل (بالصاع) ونحوہ''۔
''غسل ایک صاع پانی سے کرنا چاہئیے ۔''
اب فسألها عن غسل النبی ﷺ کا مطلب یہ ہوا کہ انھوں نے نہانے ک
پانی کے متعلق سوال کیا؟ اس سوال کے جواب میں ام المؤمنین عائشہ
رضی اللہ عنہا نے جوجواب دیا خود ان ہی الفاظ کے آگے مذکور ہے کہ
''فدعت باناء ''(1)انھوں نے ایک برتن پانی منگوایا اور اس برتن کے

ذریعے سے یہ سمجھادیا کہ رسول اللہ ﷺ اتنے پانی سے نہایا کرتے تھ ،
حدیث میں غسل کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ غسل کے پانی کا بیان ہے۔
غسل کی کیفیت تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہانے زبانی بتلادی
تھی ۔
ابو سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں :
''قالت عائشہ کان رسول اللہ ﷺ اء ذا غسل بدأ بیمینہ فصب علیھا من
الماء فغسلھا ثم صب الماء علی الأذی الذی بہ بیمینہ وغسل عنہ بشمالہ
حتی اء ذا فرغ من ذلک صب علی رأسہ''۔ (2)
''ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب
غسل فرماتے تو دائیں ہاتھ سے شروع کرتے اور اس پر پانی بہاکر اسے
دھوتے پھر شرم گاہ کے اطراف کی گندگی پر دائیں ہاتھ سے پانی ڈال
کر بائیں ہاتھ سے دھو ڈالتے پھر فارغ ہوکر اپنے سر پر پانی بہالیتے ہ''
غرض یہ کہ غسل کی کیفیت بتانے کے لئے عائشہ رضی اللہ
عنہانے غسل تو نہیں کیا بلکہ جب انہوں نے پانی کی مقدار کا ذکر کیا تو
ابو سلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے تعجب کا اظہار کیا کہ اتنے کم پانی
سے کیسے نہایا جاسکتا ہے؟ تو سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ
ممکن ہے۔ اور اب میں نہانے جارہی ہوں اور اتنے ہی پانی سے نہاؤں
گی پس انہوں نے پردہ ڈالا اور غسل فرمایا اور ثابت کردیاکہ اتنے کم
پانی سے غسل ممکن ہے ۔
اور رہی بات ڈاکٹر شبیر کے تبصرہ کی کہ ،
''مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا زبانی بتادیا ہوتا یا ابو سلمہ اپنی
بیوی کو بھیج کر صحیح غسل کا پتا چلا سکتا تھا بعد میں ان

---

1)صحیح بخاری کتاب الغسل باب الغسل بالصاع ونحوہ رقم الحدیث
251
(2صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل
الجنابة رقم الحدیث 321

سے خود سیکھ لیتااسکا جواب یہ ہے کہ،
(1) ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی
بھانجے تھے اور دوسرے شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے
بھائی اور دونوں محرم تھے۔
(2)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھنے آئے
تھے ڈاکٹر شبیرفرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے غسل کا
مظاہرہ کیا تھا یہ بات سراسر امہات المؤمنین کے خلاف ذہن میں
بھری ہوئی گندگی کا اظہار ہے ۔
(3) مسئلہ تو درپیش آیا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کواور بھیج اپنی بیوی
کو دیں اب اس کو اس مثال سے سمجھیں ۔ ڈاکٹر شبیر اگر کوئی
شخص میڈیکل کی فیلڈ میں ہے اور اسے کچھ عورتوں کے مخصوص
اعضاء کے بارے میں پڑھایا جائے تو کیا وہ یہ کہے گا کہ مجھے نہ پڑھاؤ
بلکہ میں اپنی بیوی کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ ان مسائل کو پڑھنے کے بعد
مجھے آگاہ کردے۔ ایسا نہیں ہوتا بلکہ ہر چیز کا اپنا ایک وقت ہوتا ہے
جہاں تک شرم وحیا کا تعلق ہے اللہ کے نبی ﷺ اور ازواج مطرات

رضی اللہ عنہن شرم وحیا کی پیکر تھی لیکن جہاں مسائل کا معاملہ آتا
ہے وہاں وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ ہر مسئلہ پر رہنمائی ہوجائے
اور یہی مطلب ہے نبی کریم ﷺ کی اسوۃ حسنۃ کا کہ ہر باریک سے
باریک مسئلہ پر آپ ﷺ نے ہمیں رہنمائی فرمائی ٰلذا اس میں کوئی
اعتراض نہیں ہڈاکٹر شبیر اگر میڈیکل ڈاکٹر ہیں تو یقینا انھوں نے
Embryologyکے مسائل ضرور پڑھے ہونگے اور انکو پڑھانے والے اساتذہ
یقینا لیڈی ڈاکٹر زبھی ہونگی تو ڈاکٹرشبیر کو جنسیات کے متعلق سوال
کرتے ہوئے یقینا شرم بھی محسوس ہوتی ہوگی تو ان مسائل کے لئے
ڈاکٹر شبیر نے اپنی بیوی کو کیوں نہ بھیجا ؟ تاکہ وہ Embryologyکے
مسائل ''صحیح طریقہ''۔ سے سیکھ کر ڈاکٹر شبیر کو آکر با خبر کرتی۔

اکتالیسواں (41) اعتراض:

عائشہ ؓ فرمانی ہیں کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا اور
رسول اللہ ﷺ اختلاط کرنا چاہتے تو حیض کے غلبہ ک دوران ازار
(لونگی،تہمد) باندھنے کا حکم دیتے اور پھر اختلاط فرماتے ۔قرآن اس
سے منع کرتا ہے ۔ (کتاب الحیض بخاری صفحہ:
198) (اسلام کے مجرم صفحہ :46)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیرکو یہاں بھی غلط فہمی ہوئی ہے قارئین کرام ! قرآن کریم
میں ایسی کونسی آیت ہے جو اس سے روکتی ہے ڈاکٹر شبیرنے یہاں دو
علمی خیانتیں کی ہیں ۔
1) حدیث کا ترجمہ غلط کیاہے ۔
2) آیت مبارکہ سے غلط استدلال کیا ہے ۔
اب قرآن کریم کا حکم ملاحظہ فرمائیں :
وَيَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ ھُوَأَذًى لا فَاعْتَزِلُواْ النِّسَآئَ فِی الْمَحِيْضِ لا
وَلاَ تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی يَطْھُرْنَ ج فَِذَا تَطَھَّرْنَ فَأْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰہُ ط (1)
''لوگ آپ سے حیض کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہہ دیجئے حیض ایک
قسم کی تکلیف ہے اس لئے دوران حیض عورتوں سے دور رہو اور جب
تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے قریب مت جاؤ اور پاک ہونے کے بعد ان کے
پاس جاؤ جیسے اللہ نے تمھیں اس کا حکم دیا ''
اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ،
1) حیض عورت کے لئے تکلیف کا باعث ہے ۔
2) اس حالت میں ان سے جماع کرنا منع ہے ۔
3) جب وہ اس سے پاک ہوجائیں تو ا ن سے جماع کرنا اللہ کے حکم سے
جائز ہے ۔
یہ تین نکتے اس آیت سے سمجھ میں آتے ہیں ہاب آئیے حدیث کی طرف
:
''عن عائشہ کان یأمرنی فأتزر فیبا شرتی وأنا حائض
(2)''
'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حیض کی حالت میں رسول
اللہ ﷺ مجھے تہہ پوش پہننے کا حکم دیتے اور اس کے بعد مجھ سے
مباشرت کرتے ۔''

قارئین کرام ! یہ ہے وہ حدیث جسے ڈاکٹر شبیرنے خلاف قرآن کہہ کر
ٹھکرادیا حالانکہ یہ ڈاکٹر شبیرکی کم علمی کی ایک اور بہت بڑی دلیل
ہے کیونکہ یہ قرآن کے موافق ہے نہ کہ مخالفہ یہاںان کو جو سب سے
بڑی غلط فہمی ہوئی ہے وہ مباشرت کے الفاظ سے ہوئی ہ ڈاکٹر
شبیرنے اس کے معنی اختلاط یعنی ہمبستری کے کئے ہیں لیکن عربی
میں اس کا معنی کچھ اور بنتا ہے اور اردو میں مباشرت کا لفظ کچھ
اور معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ صاحب عون المعبود (شرح سنن ابی
داؤد) ذکر فرماتے ہیں کہ :

---

(1)البقرہ ،آیت: 222
(2)صحیح البخاری کتاب الحیض باب مباشرۃ الحائض رقم الحدیث 300
''معنی المباشرۃ ھنا المس بالیدمن اللمس ''
'' مباشرت سے یہاں صرف ہاتھ سے چھونا اور دو جسموں کا ملنا مراد
ہے (نہ کہ جماع)''
مزید وضاحت امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : یہ قول ہے کہ''
''اء ن المباشرۃ فی الأصل التقاء ''
'' مباشرت اصل میں دو جسموں کے ملنے کو کہتے ہیں ۔''
نیز حدیث خود اس بات کی وضاحت کررہی ہے کہ آپ زوجہ محترمہ کو
تہبند پہننے کا حکم دیتے تھے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مباشرت اوپری
بدن سے یعنی بدن سے بدن ملانے سے ہوتی تھی ۔اب اس عقل کے
اندھے کو کون سمجھائے کہ اِ س مباشرت اور اُس مباشرت میں واضح
فرق موجود ہے ۔کیونکہ قرآن نے جس مباشرت سے روکا ہے وہ جماع
ہے کیونکہ وہاں جماع کا قرینہ موجود ہے ۔ اور حدیث جس مباشرت کا
ذکر کرتی ہے وہ جماع نہیں بلکہ جسم کے ساتھ جسم کو لگانا ہے ۔لٰذ
ا حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ نبی ﷺ اپنی بیوی ک پاس جوبحالت حیض
ہوتیں(اور دوسری حدیث میں روزے کے بھی الفاظ ہیں جسے ڈاکٹر
شبیرنے آگے تنقید کا نشانہ بنایا ہے)اٹھتے بیٹھتے تھے اور ہاتھ لگاتے تھے
اور پیار بھی کرلیا کرتے تھے (نہ کہ جماع) لہٰذا اب بتائیں یہ کہاںـ قرآن
کے خلاف ہے ؟اگر آپ کہیں کہ اس آیت میں قریب جانے سے منع کیا گیا
ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کتنا قریب ؟ اگر آپ کی بات تسلیم
بھی کرلی جائے تو معنی یہ ہونگے کہ عورت کو ایسی حالت میں اپنے
گھر وںسے نکال دیا جائے ۔ اس لئے کہ ایک گھر میں رہتے ہوئے قربت
لازمی چیز ہے ۔کیا آپ ایسا کرسکتے ہیں ہرگز نہیںتو حدیث کو ماننے
میںآخر کونسی چیز رکاوٹ بن رہی ہے ؟
دراصل قرآن کریم کی جو آیت ہمیں مباشرت سے روکتی ہے
وہاں واضح قرینہ موجود ہے کہ مباشرت سے مراد یہاں جماع کرنا ہے
اور حدیث مبارکہ میں جو لفظ مباشرت وارد ہوئے ہیں وہاں جماع کرنا
مقصود نہیں بلکہ ہاتھ سے ہاتھ ملانا ہے کہ
''عن عائشۃ قالت: کانت احدانا اذا کانت حائضا فأراد رسول اللہ أن
یباشرھا أمرھا تنذرھا فی فور .....وایکم یملک اربہ کما کان النبی ﷺ اربہ ؟

''امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کسی کو حیض آتا (یعنی نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو) تو اگر اللہ کے نبی ﷺ مسے مباشرت کرنے کا ارادہ رکھتے تو ہمیں حکم دیتے کہ اپنے ازار کو کَس لیں اور پھر نبی کریم ﷺ ہم سے مباشرت فرماتے تھے اور فرمایا کہ کون ہے تم میں سے اپنے نفس پر قابو رکھنے والا جتنا رسول اللہ ﷺ رکھتے تھے ؟ (صحیح بخاری مع فتح کتاب الحیض رقم 302)

رسول اللہ ﷺ مباشرت فرماتے اور حدیث کے سیاق سے واضح ہوتا کہ یہاں مباشرت سے جماع نہیں بو س و کنار مرادہے کیونکہ آگے الفاظ خود ہی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ تم میں سے کون اپنی خواہش پر قابو رکھنے والا ہے جتنا نبی کریم ﷺ رکھتے تھے ۔ تو معلوم ہوا کہ یاں مباشرت سے مراد جماع نہیں بلکہ مباشرت بوس وکنار اور جسم سے جسم ملاناہے ۔

لہٰذا حدیث کسی بھی طرح قرآن کے خلاف نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب خودحدیث کے خلاف ہیں ۔

بیالیسواں (42) اعتراض:

عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں ہمار بوسہ لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے۔(بخاری کتاب صوم صفحہ: 191) (اسلام کے مجرم صفحہ:47)

اس حدیث کا جواب گزشتہ اعتراض پر تفصیل سے گزر چکا ہے ۔ اب تکرار کی ضرورت نہیں ۔

تیتالیسواں (43) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز کرتا ہے یعنی ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ: 47)

ڈاکٹر شبیراس حدیث کو ذکر کرکے لکھتے ہیں :

''کیا یہ سرکاردوعالم ﷺ کی زبان ہوسکتی ہے ''

ازالہ:۔

قرآن کریم میں شیطان کے لئے یہاں تک الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْہَا فَِنَّکَ رَجِیْم لا (1)

---

1)سورۃ الحجر ،آیت 34

''یہاں سے نکل جا تو مردود ہے۔ ''

کیا یہ الفاظ اللہ کے ہوسکتے ہیں ؟

قارئین کرام ! شیطان انہی الفاظ کے لائق ہے اور یہ صفات اس میں موجود ہیں اس لئے اس کو انہی الفاظ کے ساتھ باورکرادیا گیا ہے ۔ لیکن ہمیں نہیں معلوم ڈاکٹر شبیرکی اللہ کے مجرم سے کیا خاص تعلق ہے کہ جس کو متفقہ طور پر دنیا کی ہر زبان میں برا کہا جاتا ہے ڈاکٹر شبیرکو اس کے خلاف اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ سے بڑی تکلیف ہورہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے کہ :

وَمَن یَعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰناً فَہُوَ لَہٗ قَرِیْن (1)

'' اورجو رحمان کے ذکر (قرآن وحدیث)سے اعراض کرتا ہے ہم شیطان
کو اس کا دوست بنادیتے ہیں''
تو اب لازم ہے کہ دوست کی برائی میں دوست کا دل تو جلے
گا ۔۔۔۔۔۔

چوالیسواں (44) اعتراض:

عمروبن میمون کہتے ہیں کہ میں نے زمانے جاہلیت میں ایک بندر کو
دیکھا کہ بہت سے بندر اس کے گرد جمع ہوگئے تھے اس نے بندریا کے
ساتھ زنا کیا تھا سب بندروں نے سنگسار کیا میں نے بھی ان کے ساتھ
اسے سنگسار کیا ۔ ایک اور حدیث میں یہ بیان بھی ہے کہ وہ بندریا ایک
ادھیڑ عمر بندر کے ساتھ لیٹی تھی ایک جوان بندر آیا اور آنکھ مارکر اسے
اپنے ساتھ لے گیا پھر انھوں نے زنا کیا ۔(بخاری جلددوم صفحہ:201)
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں کہ جانور پر شرعی قانون ؟ (اسلام
کے مجرم صفحہ :47)

ازالہ :۔

قارئین کرام !
صحیح بخاری کی یہ روایت کوئی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک تابعی کا
مشاہدہ ہے جو انھوں نے بیان کردیا
ثانیاً اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل پر عذاب نازل کیا تو ان کی شکل کو
مسخ کرکے بندر بنادیا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بندر کی حرکات
وسکنات بہت حد تک انسانوں سے ملتی جلتی ہیں اگر عمروبن میمون
نے ایک

---
1)سورۃ الزخرف آیت 36

ایساہی واقعہ دیکھ کر بیان کردیا تو اس پراعتراض کیوں ؟جدید تحقیق
اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ کچھ گوریلے بندر ایسے ہوتے ہیں جو
بالکل انسانوں کی طرح رہن سہن رکھتے ہیں کھانے، پینے، اٹھنے بیٹھنے
اوردیگر معاملات میں ان میں کسی حد تک انسانوں کی سی یکسانیت
پائی جاتی ہے ۔ بلکہ بعض اوقات تو انسانوں کو دیکھ کر بالکل ہوبہو
ان کی بہترین نقالی بھی کرتے ہیں۔(1)تویہ بعید از عقل نہیں کہ عمر
وبن میمون کے سامنے اس طرح کا واقعہ پیش آگیا ہو اور رہی بات
جانور پر شرعی قانون ؟تو اس کے متعلق قرآن میں بھی ایک واقعہ
مذکورہے کہ
فَبَعَثَ اللّٰہُ غُرَاباً یَّبْحَثُ فِیْ الأَرْضِ لِیُرِیُہٗ کَیْفَ یُوَارِیْ سَوْء ةَ أَخِیْہِ ط قَالَ
یٰوَیْلَتٰی أَعَجَزْتُ أَنْ أَکُونَ مِثْلَ ہٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِیَ سَوْء ةَ أَخِیْ ج فَأَصْبَحَ
مِنَ النّٰدِمِیْن ج(2)
'' پھر اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے
کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپائے وہ کہنے لگا :ہائے
افسوس ! کیا میں ایسا کرنے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوّے کی
طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا پھر تو وہ اور شرمندہ ہوگیا ''
مذکورہ آیت میں ایک کوّا جو کہ شرعاً مکلف نہیں مگر اس کے باوجود
ایک شخص کو شرعی عمل دکھلارہا ہے اور وہ شخص اس سے وہ عمل

سیکھ رہا ہے ۔تو اگر ایک شرعی حد کی مثل بندروں نے کوئی عمل
کردیا تو اعتراض کیوں؟

پینتالیسواں (45) اعتراض:

آفتاب شیطان کے دونوںسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے ۔
(بخاری جلددوم صفحہ:
134) (اسلام کے مجرم صفحہ: 48)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیرنے اس حدیث کے الفاظ کو ظاہری طور پر عقل کی
کسوٹی پر پرکھا ہے اس لئے غلط فہمی کا شکار ہوگئے ۔حالانکہ بات
صرف اتنی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سورج کے طلوع ہوتے وقت
عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ سورج کے پجاری اس وقت
سورج کی پوجا کرتے ہیں اور شیطان طلوع شمس کے
وقت سورج کے بالکل اس طرح سامنے آجاتاہے گویا سورج اس کے
سینگوں کے درمیان طلوع ہورہا ہے ڈاکٹر شبیرحدیث کے ظاہری الفاظ
سے غلط فہمی کا شکار ہوگئے حالانکہ بعض دینی امور انسان کی عقل
وفہم سے بالاتر

Merit student encyclopedia, The Gorila(1 2)سورۃ
المائدہ ۔آیت 31

ہوتے ہیں جن پر یقین کرنے کے لئے ایک مذہبی انسان کو مادی سوچ
سے دستبردار ہونا پڑتا ہے ۔

مثلاً قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ

حَتّٰی ِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَہَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ وَّوَجَدَ عِنْدَہَا قَوْماً
ط (1)

'' یہاں تک کہ وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اور اسے ایک دلدل کے
چشمے میں غروب ہوتا پایا''

یہ آیت عقل ،نقل اور سائنس ہر چیز کے خلاف ہے ایک عام آدمی بھی
جانتا ہے کہ سورج اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع
ہوتا ہے اگر پاکستان میں غروب ہوگیا تو امریکہ میں چمکتا ہو ا موجود
ہوتا ہے ۔ اگرایک مسلمان کو جو قرآن کی اس آیت کا علم نہیں رکھتا
یہ بتایا جائے کہ سورج دلدل میں ڈوبتا ہے تو وہ مذاق اڑائے گااور کہنے
والے کی عقلی حالت پر شبہ کرے گا ۔مگر ہم کیا کریں قرآن میں اس
طرح سے موجود ہے اورہمارا اس پر ایمان ہے تو اگر صحیح حدیث میں
کچھ اسی طرح کی بات آگئی تواسے اسلام دشمن سازش کہہ کر کیوں
رد کردیا جاتا ہے ؟

قارئین کرام !ہمیں چاہیے کہ ہم بحیثیت مسلمان اللہ کے آخری رسول
محمد ﷺ کی ہر بات کو من وعن تسلیم کریں کیونکہ یی ایمان بالغیب
ہے بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو احادیث کو سائنس کی نظر سے
دیکھتے ہیں اگرسائنس تسلیم کرے تو وہ آپ ﷺ کی بات کو مانیں گ
وگرنہ ردکردیتے ہیں یاد رکھیں سائنس کے نظریات میں تبدیلیاں آتی

رہتی ہیں وہ کبھی ایک حالت پر نہیں رہتے لیکن اللہ کا قرآن اور
اسکے آخری نبی ﷺ کا فرمان اپنی جگہ اٹل ہے
مشہور نومسلم سائنسدان موریس بکائی اپنی مشہور زمانہ کتاب میں
رقمطراز ہے:
"سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے
پوچھا :جب سورج غروب ہوتا ہے تو جانتے ہو یہ کہاں جاتا ہے ؟میں نے
جواب دیا :اللہ اور اسکے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں فرمایا : یہ جاکر
عرش الہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور(طلوع ہونے کی) اجازت طلب
کرتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا
مگر قبول نہ ہوگا تو اسے کہا جائے گا کہ جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ
جاؤ تو وہ مغرب سے طلوع ہوگا" ۔(2)
اس حدیث کو ڈاکٹر موریس بکائی نے اپنی کتاب میں درج کرنے کے بعد
اپنی کم علمی اور ناقص تحقیق کی

---

1)سورۃ الکہف ،آیت: 86 (2)"The Bible Quran and Science" page.244

بنا پر انکار کردیا لیکن موجودہ سائنس دانوں نے اس حدیث کے اثرات
دیکھ لئے ہیں ،آج سائنسدان سیارہ "مریخ " پر تحقیق کررہے ہیں اور
اس میں پانی وزندگی کے آثار تلاش کئے جارہے ہیں کیونکہ مریخ زمین
کا پڑوسی سیارہ ہے اور سورج سے بہت فاصلہ پر ہے اس لئے ممکن
ہے کہ اس میں بھی زمین کی طرح زندگی وپانی موجودہو ۔ چناچہ
سائنسدانوں کو ان کی فلکی حساب وکتاب میں تحقیق ومہارت کی
وجہ سے یہ بھی معلوم تھا کہ مریخ اپنے مدار میں گردش کرتا ہوا ایک
طویل عرصہ بعد 2003ء میں زمین سے قریب ترین ہوگا اس لئے مریخ
کی یہ گردش دنیا کی تمام رصد گاہوں کی توجہ کا مرکز بن گئی اس
کی ہر حرکت کو نوٹ کیا جانے لگا اور اسکے قریب ہونے کا انتظار ہونے
لگا تاکہ اس کی واضح تصاویر حاصل کی جاسکیں ۔ جب مریخ قریب
ترین ہوا تو اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی گئیں۔ ان میں
ایک سب سے عجیب بات جو سائنسدانوں کو معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ
مریخ کی اپنے محور میں مشرقی جانب رفتار کم ہونے لگی یہاں تک کہ
30جولائی کو مریخ کی حرکت بالکل رک گئی اس نے دوبارہ الٹا گھومنا
شروع کردیا اور 29ستمبر تک یہی ہوتا رہا ۔ یعنی 30جولائی سے
29ستمبر تک مریخ میں سورج مغرب سے طلوع ہوتا رہا ۔ سائنسدانوں
نے اس حیرت انگیز عمل کا نام (Retrograde Motion)رکھا اور
سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ نظام شمسی کے ہر سیارہ پر یہ عمل ایک
نہ ایک دن ضرور رونما ہوگا چونکہ زمین بھی نظام شمسی کا ایک
سیارہ ہے ، اس لئے زمین پر بھی سورج ایک دن مغرب سے ضرور طلوع
ہوگا ۔(1) وللہ الحمد
1400سال قبل ہی نظام شمسی کی اس بہت بڑی تبدیلی کے
بارے میں اللہ کے سچے اور آخری نبی ﷺ نے اہل ایمان کو آگا فرمادیا
تھا جبکہ اس وقت نہ توسائنس نے اتنی ترقی کی تھی اور نہ ہی جدید
وسائل اور رصد گاہیں دستیاب تھیں ،لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ

رب العزت کے قرآن اور آپ ﷺ کی صحیح احادیث کو تسلیم کریں یہی ایمان بالغیب کا تقاضا ہے اور یہی نبی کریم ﷺ سے محبت کی واضح دلیل ہے۔

---

(1)www.space.com

چھیالیسواں (46) اعتراض:

امام طبری کی تاریخ میںمذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی موجود تھے شیطان نے آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوادئیے کہ یہ بت یعنی لات منات اور عزیٰ محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے ۔ (سیرۃ النبی از علامہ شبلی نعمانی جلداول صفحہ:146) (اسلام کے مجرم صفحہ: 51)

ازالہ: ۔

ڈاکٹر شبیرکی اس بات سے ہم اتفاق کرتے ہیں کہ یہ واقعی اسلام دشمن گروہ (زنادقہ) کی سازش ہے کہ انہوں نے یہ گھٹیا بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردی ۔ اسکا صحیح احادیث سے کوئی تعلق نہیں ۔ الحمد للہ جس چیز کو اب آپ پیش کررہے ہیں محدثین کرام اس کو سینکڑوں سال قبل اپنی تحریروں میں رد کر چکے ہیں ۔

امام ابن خزیمة رحمہ اللہ متوفی311ھ فرماتے ہیں :

ھٰذہ القصة من وضع الزنادقہ (1)

" یہ روایت زندیقوں کی گھڑی ہوئی ہے "

قال القاضی عیاض : ان الأمة أجمعت فیما طریقة البلاغ انہ معصوم فیہ من الأخبار عن شئی...

یعنی یقینا امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ دین کی تبلیغ میں معصوم ہیں (یعنی آپ ﷺ سے کبھی بھی شریعت میں کوئی غلطی نہیں ہوئی) نہ قصداً، نہ عمداً ، نہ سہواً ، نہ غلطی سے ۔(2)

یعنی وہ روایت جس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لات، منات، کی تعریف کی یقینا یہ جعلی ہے اور آپ کی ذات مبارک ایسے الزامات سے پاک ہے ۔

کسی بھی جھوٹی روایت کا تعلق صحیح حدیث سے نہیں ہوتا اور اس کو حدیث سمجھنا نبوت پر نقص لگانے کے مترادف ہے ۔ مزید برآں :اس واقعہ کو ڈاکٹر شبیرنے (سیرۃ النبی ازشبلی نعمانی)کے حوالہ سے نقل کیا ہے مگر اس کونقل کرنے میں بھی

---

1)فتح القدیر للشوکانی جلد :3صفحہ: 462 (2)الشفاء للقاضی عیاض

ڈاکٹر شبیرنے ڈنڈی ماردی ۔ روایت تو پوری نقل کردی مگر اس میں علامہ شبلی نعمانی کا تبصرہ حذف کرگئے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :

"یہ قصہ ناقابل ذکر ہے اور اکثر کبار محدثین ،مثلاً ،قاضی عیاض ، علاّمہ عینی ، حافظ منذری اور علامہ نووی نے اس کو باطل اور موضوع قراردیا ہے "(1)

کاش ڈاکٹر شبیراس عبارت کو بھی نقل کردیتے یا خود تحقیق کرلیتے تو
اعتراض کی نوبت نہ آتی۔ صدافسوس ۔۔۔مگر کسی نے سچ کہا کہ
چور چوری سے جائے لیکن ہیرا پھیری سے نہ جائے اور یہاں حقیقت یہی
ہے ۔
احادیث صحیحہ میں ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے جب سورۃ النجم
کی تلاوت فرمائی تو مسلمان
مشرکین اور جن وانس سجدے میں گر گئے (صحیح بخاری کتاب التفسیر
رقم الحدیث 4862)اور یہ صحیح روایت ان تمام قسم کی داستان
گویوں سے پاک وصاف ہے ۔
سینتالیسواں (47) اعتراض:
رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے سامنے قسم کھائی کہ اپنی کنیز سے
مقاربت نہ کریں گے حضرت حفصہ اپنے گھر میں گئیں تو رسول اللہ
ﷺ کو ماریہ کے ساتھ ہمبستر دیکھا اس پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو
مخاطب کیا (بہت ڈانٹ پلائی) ۔
(سیرۃ النبی از شبلی جلداول صفحہ:321) (اسلام کے مجرم،صفحہ:
51,52)
نوٹ:۔ اصل روایت میں لفظ ''معاتب'' ڈانٹ ہے ڈاکٹر شبیرنے
''مخاطب '' کر دیا ۔
ازالہ :۔
قارئین کرام!ڈاکٹر شبیرنے ر وایت تو نقل کردی مگر اس روایت پر علامہ
شبلی نعمانی کا طویل علمی تبصرہ

---
(1)سیرۃ النبی جلد 1صفحہ 146

شیر مادر سمجھ کر ہضم کرگئے ہمیں کچھ ایسا لگتا ہے کہ ڈاکٹر
شبیران من گھڑت وضعیف احادیث کا سہارا لے کر عوام الناس کو
حدیث رسول اللہ ﷺ سے دور کرنا چاہتے ہیں اور اس امت کو جو پہلے
ہی تباہی وگمراہی کے دہانے پر کھڑی ہے اس کے تابوت میں آخری کیل
(فتنہ انکار حدیث رسول ﷺ) ٹھونک رہے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ
احادیث وروایات نقل کرتے وقت اس کی صحت وضعف پر کئے گئے علماء
ومحدثین کے تبصرے وتنقید کو حذف کردیتے ہیں جو کہ اس روایت پر
حق وباطل ہونے پر فیصل ہوتے ہیں یہاں زیر بحث روایت پر کی گئی
علامہ شبلی نعمانی کی بھرپور علمی تنقید کو ہم من وعن نقل کررہے
ہیں تاکہ قارئین کو ڈاکٹر شبیر کی تلبیسات وعلمی خیانت کا بغور
اندازہ ہوجائے :
علامہ شبلی نعمانی نے اس بحث پر ''روایات کاذبۃ'' کے نام سے باب
باندھا ہے یہ بات اس قدر مسلّم ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور
ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات کی خاطر اپنے اوپر کوئی چیز
حرام کرلی تھی ۔ اختلاف اس میں ہے کہ وہ کیا چیز تھی ؟ بہت سی
روایتوں میں ہے کہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھیں جن کو عزیز مصر نے نبی
اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفہ بھیجا تھا ۔ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل
کے ساتھ مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے جس میں یہ بھی بیان کیا
گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا جو راز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فاش

کردیا تھا وہ انہی ماریہ قبطیہ کے متعلق تھا اگر چہ یہ روایتیں بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ہیں ۔ لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مؤرخوں نے نبی اکرم ﷺ کے معیار اخلاق پر جو حرف گیری کی) ان کا گل سرسر ی ہی ہے(اس لئے ان سے تعرض کرنا ضروری ہے ۔ ان روایتوں میں واقعہ کی تفصیل سے متعلق اگرچہ بہت زیادہ اختلافات ہیں لیکن اس قدر سب مشترک ہیں کہ ماریہ قبطیہ نبی اکرم ﷺ کی موطورۃ کنیزوں میں تھیں اور نبی اکرم ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنا کی ناراضگی کی وجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا ۔

حافظ ابن حجر شرح صحیح بخاری تفسیر سورۃ تحریم میں لکھتے ہیں ۔

'' ووقع عند سعید بن منصور بائسناد صحیح اء لی مسروق قال حلف رسول اللہ ﷺ لحفصۃ لایقرب أمتہ ''(1)

''اور سعید بن منصور نے صحیح سند کے ساتھ جوامام مسروق تک منتہیٰ ہوتی ہے یہ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہاکے سامنے قسم کھائی کہ اپنی کنیز سے مقاربت نہ کریں گے ''

---

1))فتح الباری جلد 8صفحہ 837

اس کے بعد موصوف نے مسند (ہیثم بن کلیب)اور طبرانی سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے :

''وللطبرانی من طریق ضحاک عن ابن عباس قال دخلت حفصۃ بیتھا فوجدتہ یطأ ماریۃ فعاتبتہ ''(1)

''اور طبرانی نے ضحاک کے سلسلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدۂ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر گئیں تو نبی اکرم ﷺ کوسیدہ ماریہ رضی اللہ عنہاکے ساتھ مبستر دیکھا اس پر انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو معاتب کیا ''

ابن سعد اور واقدی نے اس روایت کو مزید بدنما پیرایوں میں نقل کیا ہے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتیں محض افترا اور بہتان ہیں ۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ تحریم کی ابتدائی آیات کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

'' والصحیح انہ فی العسل وقال النسائی :وحدث ماریہ وتحریمھا لم یأت من طریق جیدۃ''

''اور آیت کی شان نزول کے باب میں صحیح روایت یہ ہے کہ جو شہد کے واقعہ میں ہے نسائی نے کہا کہ ماریہ کا یہ واقعہ کسی صحیح طریق سے مروی نہیں ہے ۔''

یہ حدیث تفسیر ابن جریر ، طبرانی ومسندہیثم میں مختلف طرق سے مروی ہے ان کتابوں میں عموماً جس قسم کی رطب یا بس(صحیح ضعیف)روایتیں مذکور ہیں اس کے لحاظ سے جب تک ان کی صحت کے متعلق کوئی خاص تصریح نہ ہو لائق التفات نہیں ۔ حافظ ابن حجر نے ایک طریقہ کی توثیق کی ہے یعنی وہ روایت جس کے اخیر میں مسروق ہے لیکن اولاً تو اس روایت میں ماریہ قبطیہ کا نام مطلق نہیں ۔ صرف اس قدر ہے کہ آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم

کھائی تھی کہ میں اپنی کنیز کے پاس نہ جاؤں گا اور وہ مجھ پر حرام
ہے۔ اس کے علاوہ مسروق تابعی ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ کو نیں دیکھا
تھا اس لئے یہ روایت اصول حدیث کی رو سے منقطع ہے۔ یعنی اس کا
سلسلہ سند صحابی تک نہیں پہنچتا اس حدیث کے ایک اور
طریقہ(سند) کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں صحیح کہا ہے۔ لیکن
اس طریقہ(سند) کے ایک اور راوی عبدالملک رقاشی ہیں جن کی نسبت
دارقطنی نے لکھا ہے۔
'' کثیر الخطاء فی الاسناد والمتون یحدث عن حفظہ ''

---

1))فتح الباری جلد 8صفحہ 837
''سندوں میں اپنے حفظ سے احادیث بیان کرتے تھے حدیث میں بہت خطا
کرتے ہیں ۔''
علامہ شبلی نعمانی مزید رقمطراز ہیں کہ:
امام نووی نے جو ائمہ محدثین میں سے ہیں صاف تصریح کی ہے کہ
ماریہ رضی اللہ عنہا کے باب میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں ۔
حافظ ابن حجر اور ابن کثیر نے جن طرق (سند)کو صحیح کہا ہے ان میں
سے ایک منقطع اور دوسرا کثیرالخطا ہے۔ ان واقعات کے بعد کون کہہ
سکتا ہے کہ یہ روایت استناد کے قابل ہے ۔
یہ بحث اصول روایت کی بنا پر تھی درایت کا لحاظ کیا جائے تو مطلق
کدوکاوش کی حاجت نہیں جو دقیق واقعہ ان روایتوں میں بیان کیا گیا
ہے۔ خصوصاً طبری وغیرہ میں جو جزئیات مذکور ہیں وہ ایک معمولی
آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کئے جاسکتے نہ کہ اس ذات پاک کی
طرف جو تقدس ونزاہت کا پیکر تھ ۔ (1) ۔
قارئین کرام ! یہ وہ تبصرہ اور نقد تھا جو علامہ شبلی نعمانی نے اس
روایت پر کیا تھا جس کو ڈاکٹر شبیر نے حذف کرتے ہوئے یہ من گھڑت
روایت تحریر کرکے عوام الناس کو دھوکا دینے کی سعی نا تمام کی ہے ۔
اللہ ہمیں ایسے شر سے محفوظ رکھے ۔آمین ۔ڈاکٹر شبیر نے اسلامی
لٹریچر کا عرق ریزی سے مطالعہ نہیں کیا بلکہ لگتا ہے کہ وہ دشمنان
اسلام کے ہاتھ لگ گئے ہیں ۔ اور من گھڑت واقعات اور جھوٹ کو نقل
کرکے احادیث رسول ﷺ کے خلاف استعمال کررہے ہیں لیکن الل تعالیٰ
اسلام دشمنوں کی ان سازشوں کو کبھی بھی کامیاب نہیں کرے گا ۔
ان اللہ لایصلح عمل المفسد ین ۔
اڑتالیسواں (48) اعتراض:
سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 36نازل ہونے کے بعد بھی لوگ شراب پیتے
رہے۔ کھانے کے بعد مغرب کا وقت آگیا اور حضرت علی نے نماز پڑھائی
لیکن نشے کی خمار میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے ۔ (سیرۃ
النبی از شبلی جلد دوم صفحہ :88) (اسلام کے مجرم صفحہ: 52)
ازالہ: ۔
قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیرن پھر عبارت نقل کرن میںتساہل س کام لیا سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 219 (یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط)کو آیت 36بنادیا

---

1)سیرۃ النبی جلد 1صفح 322.321

ڈاکٹر شبیرکی نقل کرد عبارت کی اصل ابو داود میں کچھ اس طرح موجود :

''عن علی بن أبی طالب أن رجلاً من الأنصار دعا وعبدالرحمان بن عوف فسقاهما قبل أن تحرم الخمر فأمهم علی فی المغرب فقرأ:قل یاأیها الکٰفرون فخلط فیها فنزلت لا تقربوالصلوۃ وأنتم سکاری حتی تعلمو ا ماتقولون ''(1)

'' سیدناعلی رضی الل عن س روایت ک انصار میں س ایک شخص ن ان کی اور عبدالرحمان بن عوف کی دعوت کی پس انھوں ن ان دونوں کو شراب پلائی اوری بات شراب کی حرمت س قبل کی علی رضی الل عن ن انکو مغرب کی نماز پڑھائی ''اور قل یاایھاالکافرون '' کی تلاوت کی اور اس کوخلط ملط کردیا تو قرآن کی آیت نازل وگئی ''لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلٰوۃَ وَأَنتُمْ سُکَارَی حَتَّی تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُوْنَ ''(نش کی حالت میں نماز ک قریب ن جاؤ یاں تک ک جو ک ر و اس کو سمجھن لگو)

قارئین کرام !

سیدنا علی رضی الل عن س مروی ی واقع شراب کی حرمت س قبل کا جیساک خود اس روایت میں صراحت اور سورۃ البقرۃ کی آیت: 219جس کا ذکر ڈاکٹر شبیرن کیا اس میں بھی شراب قطعی طور پر حرام نیں وئی تھی جیساک ارشاد :

یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط (2)

''لوگ آپ س شراب اور جوئ ک متعلق سوال کرت یں آپ ک دیجئ ان دونوں میں بڑا گنا اور لوگوں کو اس س دنیاوی فا ئد بھی وتا ''

اس آیت میں شراب کی حرمت اور اس س منع کا ذکر نیں یاد ر ک اسلام س قبل اور ابتدائی ایام میں بھی کثرت س شراب نوشی کی جاتی تھی بلک ال عرب تو اس وج س مشور بھی تھ سورۃ البقرۃ : 219ک نزول ک بعد بھی اصحاب رسول شراب نوشی فرمات تھ جس کی بناء پر سیدنا علی رضی الل عن س ی واقع سرزد وگیا پھر اس ک بعد الل رب العالمین ن ''لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلٰوۃ'' نازل فرماکر نش کی حالت میں نماز پڑھن س منع فرمادیا مگر اس روایت س بھی شراب کو حرام نیں کیا گیا بلک تخصیص کردی گئی ک نش کی حالت میں نماز ن پڑھو پھر کچھ عرص بعد مطلق شراب کی حرمت نازل کردی گئی ک

یَا أَیُّا الَّذِیْنَ اٰمَنُواْ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالأَنْصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْس مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ (3)

1)) أبوداؤد كتاب الأشربة باب فی تحريم الخمرح 3671، الترمذی ح 2229
2))سورة البقرة آیت :219 3))سورة المائد آیت :90

''ا ایمان والو! ب شک شراب اور جوا اور بت پانس (ی سب)گند شیطانی کام یں سو ان س بچت رو تاک تم فلاح پاؤ''
اس آیت ک نزول ک بعد مدین میں پھر منادی کرادی گئی ک شراب آج س حرام وگئی لٰذا اس ک بعد صحاب ن اس سٰ مکمل اجتناب برتنا شروع کردیا تفصیل ک لئ ملاحظ فرمائیں ابوداؤد کتاب الاشربۃ

ڈاکٹر شبیرکو ی غلط فمی وگئی ک سورة البقرة کی آیت: 219میں شراب کی حرمت موجود حالانک ایسا نیں بلک سیدناعبدالل بن عباس رضی الل عنما فرمات یں ک
'' يا أيها الذين آمنوا لاتقربوالصلوة وأنتم سكٰری '' ''وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِقل فيهما اء ثم كبير و منافع للناس ''نسختها التی فی المائد ''اء نما الخمر والميسر والأنصاب ''الاية (1)
''یاایها الذین امنو الاتقربوالصلوة اور یسئلونکۓ عن الخمر ان دونوں آیتوں کو سورة المائد کی آیت'انما الخمر والمیسر 'ن منسوخ کردیا''
مندرج بالا قول صحابی رسول   س معلوم وا ک شراب کی اصل حرمت سورة المآئدة کی آیت میں وئی ن ک البقرة میں لٰذاۓ ڈاکٹر صاحب کی ی تحقیق بھی صحیح نیں را سیدنا علی رضی الل عن کا قرآن غلط پڑھ جانا تو شراب چیز ی ایسی ک اس کو نوش کرن س انسان اپن آ پ کو بھول جاتا اسی لئ اس کو عربی میں خمر کا گیا یعنی عقل کو ڈھانپ لین والی اور سیدنا علی رضی الل عن بھی ایک انسان تھ لٰذا ان س اس معامل میں چوک وگئیٰلیکن جب شراب کو نبی کریم ن حرام قراردیا تو کسی صحابی ن کبھی بھی شراب نوشی نیں کی کیونک ی و لوگ تھ جنوں ن الل اور اس ک رسول ک فرمان پر اپنی جانوں ک نظران پیش کردئی
انچاسواں (49)اعتراض:
رسول الل کی وفات ک دن خلافت ک جھگڑ کی منظر کشی یوں   سعد بن معاذ ن حضرت عمرکی

1)أبوداؤد كتاب الأشربة باب فی تحريم الخمر رقم الحديث 3672
داڑھی پکڑ لی عمرن کاچھوڑواگراس کا ایک بال بھی بیکا وا تو تمھار من میں ایک دانت بھی نیں ر گا (ام التواریخ امام ابن جریرا لطبری)(اسلام ک مجرم صفح: 52)
ازال:
اولاً: ڈاکٹر شبیرن اس روایت کو تاریخ طبری س نقل کیا مگر کتاب کا نام غلط لکھا ''ام التواریخ '' حالانک کتاب کا نام ''تاريخ الأمم والملوک ''المعروف تاریخ طبری

ثانیاً: یہ روایت من گھڑت ہے جسکو ڈاکٹر شبیر نے بڑے دھڑلے سے ذکر کردیا ہے اسنادی حیثیت سے قطع نظر اگر صرف عبارت پر ہی غور کیا جائے توتاریخ کا ایک عام طالب علم بھی اس کے جھوٹ کو محسوس کرلے گا ۔

مذکورہ عبارت میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی وفات ک دن سیدنا سعد بن معاذ نے سیدنا عمر کی داڑھی پکڑلی۔ (اسلام کے مجرم صفحہ:52)

حالانکہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تو اللہ ک ﷺ رسول کی حیات مبارکہ میں ہی وفات پاگئے تھے ۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

''سعد بن معاذبن النعمان بن امرئ القیس بن زید بن عبدالأشھل ۔۔۔۔۔ سیدالأوس شھدبدراً باتفاق ورمی بسھم یوم الخندق فعاش بعد ذٰلک شھراً حتٰی حکم فی بنی قریظة وأجیبت دعوتہ فی ذٰلک ثم انتقض جرحہ فمات وفی الصحیحین وغیرھما من طرق النبی اھتزالعرش لموت سعد بن معاذ''(1)

''سعد بن معاذ بن نعمان ۔۔۔۔۔اوس قبیلہ کے سردار تھے بالاتفاق بدری صحابی ہیں غزوہ خندق کے دن ان کو تیر لگا تھا اس کے تقریباً ایک مہینہ بعد تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنوقریظہ کے متعلق فیصلہ کیا اور اس دوران میںان کی دعا مقبول ہوئی پھر ان کا زخم بہہ پڑا یہاں تک کہ انتقال فرماگئے ۔''

صحیح بخاری ،صحیح مسلم اوردیگر کتب میں روایت موجودہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش لرزگیا ۔لٰہذا وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میںٰہی فوت ہوا وہ نبی کریم ﷺ ک

---

1))الاصابة فی تمیز الصحابة صفحہ: 494

انتقال کے بعدعمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی کیسے پکڑ سکتا ہے دراصل ڈاکٹر شبیر اصل کتاب کی طرف عدم رجوع کی وجہ سے مغالطہ میں رہتے ہیں تاریخ الطبری میں جو روایت موجود ہے وہاں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نہیں ہیں بلکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں ۔ڈاکٹر صاحب یہاں بھی بڑی سنگین غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں ۔اورباقی رہا سند کی تحقیق تو اس کی سند میں کافی خامیاں ہیں جوکہ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی اس کی سند میں ابو مخنف ہے جو منفرد ہے اس کی سند کے آخری حصہ میں انقطاع بھی موجود ہے جو کہ ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے اور یہ روایت شروع سے لے کر آخر تک غلط ہے اور منکر ہے اور صحیح روایت کے خلاف ہے اور یہ تاریخی افسانہ ہے جو صحابہ کے پاکیزہ دامن کے خلاف کسی نے گھڑا ہے۔ اس کا تعلق صحیح حدیث کے ساتھ نہیں کیونکہ تاریخ اور حدیث کے معیار میں زمین اور آسمان کا فرق ہے ۔ مثلاً،

تاریخ حدیث

(1) تاریخ کی بنیاد افواہوں پر رکھی جاتی ہے جنہیں بعد میں قرائن
وقیاسات سے ترتیب دے کر مرتب کرلی جاتی ہے ۔
(1) حدیث کا مواد عینی شاہدوں کے بیانات پر مشتمل ہوتاہے ۔ان
شاہدوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو سفر وحضر غرض یہ کہ ہر وقت
آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ کی صحبت میں رہتے تھے مثلاً، سیدناانس
رضی اللہ عنہ سیدناابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ،سیدنا عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ وغیرہ ۔
(2)مؤرخ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ وضاحت کرے کہ اس نے مواد
کن ذرائع سے حاصل کیا تاکہ دیکھا جاسکے کہ آیا وہ قابل اعتما د ہیں یا
نہیں ؟
(2) محدث کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ان تمام ذرائع اسانید کا
ذکر کرے پھر ان ذرائع کا بھی قابل اعتماد ہونا ضروری ہوتا ہے ۔
(3) تاریخ لکھنے والے مؤرخ یا ادارے معقول معاوضہ پاتے ہیں اور
حکومتوں کا اس تاریخ نویسی پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔
(3)محدث کا کچھ لینا تو درکنار بلکہ انہوںنے اپنا تن من دھن سب کچھ
اس راستہ پر نثار کردیا ۔

(4)تاریخ کے سلسلہ میں غلط نویسی پر کوئی قدغن نہیں ہوتی ۔ لٰذا
مؤرخ اپنی رائے کے مطابق بات کرنے میں آزاد ہوتا ہے ۔

(4)غلط بیانی کی صور ت میں جہنم کی وعید کی تلوار ہر وقت سر پر
لٹکی رہتی ہے ۔ لٰہذا پورے جزم واحتیاط اور وثوق سے بات کہتا یا
پھر چپ رہتا ہے ۔
نوٹ: اس کے علاوہ بھی تاریخ اور حدیث کے فرق کے نکات ہیں لیکن
یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے ۔
(آئینہ پرویزیت ص 636)
غور فرمائیے کہ تاریخ اور صحیح حدیث کے مابین کتنا فرق ہے کہ
کسی صحیح حدیث میں جھوٹی بات کاتصور بھی ممکن نہیں کیونکہ
صحیح حدیث سے اللہ تعالیٰ کا دین ثابت ہے اور دین جھوٹ ، غلطیوںاور
افواہوں سے پاک ہے ۔کاش ڈاکٹر شبیرتھوڑی بہت تحقیق فرمالیتے ۔
پچاسواں (50) اعتراض:
کیا تم کسی جانور کو دیکھتے ہو کہ وہ ناقص الاعضایعنی بغیر کان آنکھ
یا ناک یا بغیر پنجے کے پیدا ہوا ہو (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا) ۔رسول
اللہ ﷺ خلاف حقیقت بات کیسے فرماسکتے ہیں ؟جانور ناقص الاعضا آئ
دن پیدا ہوتے ہیں ۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ:525) (اسلام
کے مجرم صفحہ:55 ،54)
ازالہ :۔
ڈاکٹر شبیرنے حسب عادت اس روایت کا جز نقل کیا ہے مکمل روایت
سے بات واضح ہوجاتی ہے ۔
''أن أباهريرة قال قال رسو ل الل ا مامن مولود ائلایولدعلی الفطرة
فأبواہ یهودانہ أو ینصر انہ أویمجسا نہ کما تنتج البهیمة بهیمة جمعاء هل
تُحِسُّون فیها من جدعاء ؟ ثم یقول أبو هریرة (فِطْرَةَ اللّٰــہ الَّتِیْ فَطَرَ

النَّاسَ عَلَيْہَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذَلِکَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ '' (سورة الروم آیت 30)
(1)
''رسو ل اللہ ﷺ نے فرمایا : جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں و فطرت (اسلا م)
پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں
باپ ان کو یہودی ،عیسائی یاپارسی بنادیتے ہیں جیسے چوپایے جانور
پورے جسم کا ہوتا ہے کہیں تم نے کان کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے یہ
حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرة رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی
'اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس
فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں(اس لئے کہ)یہی سیدھا راستہ ہے 'ہ''۔
قارئین کرام ! اس صحیح حدیث میں جو وضاحت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ ہر بچے کو دین اسلام پر پیدا فرماتا ہے یعنی وہ پیدائشی
یہودی عیسائی پارسی نہیں ہوتا بلکہ دین فطرت پر ہوتا ہے بعد میں
اس کے والدین اس کو غیر مسلم بنادیتے ہیں یہی اس حدیث رسول
اللہ ﷺ کا منشا ہے ہپھر آپ ﷺ نے جو مثال بیان فرمائی کہ (جیسے
جانور سالم ہوتا ہے کہیں تم نے کان کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے)یہ
مثال بھی عین فطرت ہے یعنی:''کیا کبھی ایسا ہوا ہوکہ جانور کا بچہ
پید اہوا ہو اور اس کا کان کٹا ہوا ہویا اس کی جگہ ناک لگی ہو یا
سینگ لگا ہو ا ہو یقینا ایسا نہیں ہوا (جانوروں کے کان وغیرہ مشرکین
کاٹاکرتے تھے اور ان میں سوراخ کردیتے تھے اور انھیں بتوں کے نام پر
چھوڑ دیتے تھے ہوغیرہ)تو ایسا بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ انسان کا بچہ
یہود ی، عیسائی اور مجوسی پیدا ہو وہ تو مسلم پیدا ہوتا ہے۔ اس
آیت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اللہ نے لوگوں کو فطرت (اسلام)پر پیدا
فرمایا اور اس فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں ہ
قرآن وسنت کے مطابق فطرت کا صحیح مفہوم
ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اہل سنت کے ہاں فطرت کے مثبت
تصور کو اجاگر کیا جائے اور اس بات کو واضح کیا جائے کہ قرآن وسنت
کی روشنی میں فطرت کی حقیقت کیا ہے ؟ ہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :
''فِطْرَةَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْہَا ''(سورة الروم :30)
''(تم لازم پکڑو)اللہ کی فطرت کو ، کہ جس پر اس نے لوگوں کو
پیدا کیا ہے ''ہ

---

1)صحیح بخاری کتاب الجنائز باب اء ذااسلم الصبی فمات ھل یصلٰی
علیہ رقم الحدیث 1359

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث مبارکہ :
''فا ن أبا ھريرة کان يحدث قال رسول الله ما من مولود الا
يولد علی الفطرة فأبواہ يھودانہ وينصرانہ أو يمجسانہ
کما تنتج البھيمة بھيمة جمعاء ھل تحسون فيھا من جدعاء ثم يقول أبو
ھريرة فطرة اللہ التی فطرالناس عليھا لاتبديل لخلق اللہ ذلک الدين
القيم (صحیح بخاری ، کتاب الجنائز ، باب أسلم الصبی فمات ھل یصلی
علیہ)
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول
ﷺ نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے

والدین اس کو یہودی اور عیسائی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں
جیساکہ جانور اپنے بچے کو صحیح سالم اعضاء والا جنم دیتا ہے کیا تم
جانوروں کے نومولود بچوں میں کٹے ہوئے اعضاء والا کوئی بچہ دیکھتے
ہو ؟ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قرآن کی
اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے ہیں : ''فطرۃ اللہ التی فطرالناس علیھا
''(یعنی تم لازم پکڑو)اللہ کی فطرت کو ' کہ جس پر اس نے لو گوں کو
پیدا کیا ہے ۔

اس سے ملتی جلتی روایت مختلف اسناد کے ساتھ صحیح مسلم ،
سنن ترمذی ، سنن ابی داؤد ، مسند احمد ، السنن الکبری للنسائی ،
مصنف عبدالرزاق ، الابانۃ الکبری لابن بطۃ ، المعجم الکبیر للطبرانی
، السنن الکبری للبیھقی ، شعب الایمان للبیھقی ، مسند أبی یعلی
الموصلی ، مسند حمیدی ، صحیح ابن حبان ، مسند الطیالسی ، مشکل
الآثار للطحاوی وغیرھم میں بھی موجود ہیں۔

آپ کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں :

''عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ کل مولود یولد علی
الفطرۃ حتی یعرب عنہ لسانہ فاذا أعرب عنہ لسانہ اما شاکرا واما
کفورا ''(مسند احمد :14277)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے
فرمایا : ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس
کی زبان فصیح ہوجائے پس جب اس کی زبان واضح ہوجاتی ہے تو پھر
وہ یا تو شکر گزار ہوتا ہے یا پھر ناشکرا ہوتا ہے ۔

یہ روایت مجمع الزوائد للہیثمی ، المعجم الکبیر للطبرانی ، الجامع
الکبیر للسیوطی ، مشکل الآثار للطحاوی ، الاابانۃ الکبری لابن بطۃ اور
مصنف عبدالرزاق میں بھی موجود ہے ۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے
اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے ،اور علامہ البانی رحمہ اللہ
نے ان کو ثقہ قراردیا ہے ۔

آپ ﷺ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں :

عن عیاض بن حمار المجاشعی أن رسول الل قال ذات یوم فی
خطبۃ ألا ان ربی أمرنی أن أعلمکم ماجھلتم مما علمنی یومی ھذا کل
مال نحلتہ عبدا حلال وانی خلقت عبادی حنفاء کلھم وانھم أتتھم
الشیاطین فاجتالتھم عن دینھم وحرمت علیھم ماأحللت لھم وأمرتھم أن
یشرکوا بی مالم أنزل بہ سلطانا (صحیح مسلم ، کتاب الجنۃ وصفۃ
نعیمھا ، باب الصفات التی یعرف بھافی الدنیا أھل الجنۃ وأھل النار ح
2865)

سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے ک آج اس
نے مجھے جو باتیں بتلائی ہیں میں تمہیں بھی وہ بتلاؤ ں کیونکہ تم ان
باتوں سے بے خبر ہو ، ہر مال جو کہ میں اپنے کسی بندے کو عطا کیا
ہے وہ اس کے لئے حلال ہے اور بے شک میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اور
اس حال میں کہ وہ سب کے سب یکسو(حنفائ) تھے اور پھر ان کے پاس
شیاطین آئے جنہوں نے ان کو ان کے دین سے گمراہ کردیا اور شیاطین نے
ان پر اس چیز کو حرام کردیا جس کو میں نے حلال کیاتھا اور انہوں نے

میرے بندوں کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک ٹہرائیں کہ جس کی کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی گئی ۔

یہ حدیث مختلف اسناد کے ساتھ مسند أحمد ، السنن الکبری للبیہقی ، صحیح ابن حبان ، المعجم الکبیر للطبرانی ، مسند الطیالسی ، اور مشکل الآثار للطحاوی میں بھی مرقوم ہے ۔

قرآن کی آیت مبارکہ ''فطرۃ اللہ التی فطرالناس علیھا'' اور حدیث رسول ''کل مولود یولد علی الفطرۃ '' اور لغت عرب سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت سے مراد وہ پہلی ہیئت ہے او رحالت پیدائش ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو پیدا کیا ہو ۔ ابن درید الأزدی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں :

والفطر مصدر فطراللہ عزوجل الخلق یفطر ہ ویفطرہ فطرا اذا أنشاہ وتقدم أعرابیان اتی حاکم فی بئر فقال أحدھما أنا فطرتھا أی أنشأتھا....والفطرۃ الجبلۃ التی فطراللہ علیھا الخلق (کتاب الجمھرۃ : باب رہطہف)

'فطر' مصدر ہے جیساکہ عرب کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا اور ثلاثی مجرد میں اس کا باب 'ضرب' اور 'نصر 'ہے اور ان دونوں ابواب سے اس کا معنی پہلی مرتبہ کسی چیز کو بنانا ہے ۔ دوبدو کسی قاضی کے پاس ایک کنوئیں کا جھگڑالے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا : أنا فطرتھا' یعنی میں نے اس کنوئیں کو پہلی بار بنایا تھا ... اور فطرت سے مراد وہ جبلت ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو پیدا کیا ہے ۔

أبو منصور الازہری رحمہ اللہ متوفی۳۷۰ھ لکھتے ہیں :

والفطرۃ ابتداء الخلقۃ ومنہ قولہ تعالیٰ الحمد للہ فاطر السمٰوات والأرض قال ابن عباس کنت ماأدری مافاطر السمٰوات والأرض حتی احتکم الی أعرابیان فی بئر فقال أحدھما أنا فطرتھا أی أنا ابتدأت حفرھا وأخبرنی المنذری عن أبی العباس أنی سمع ابن ال٠عرابی یقول أنا أول من فطر ھٰذا(تھذیب اللغۃ : باب فہطہر)

اور فطرت سے مراد پہلی پیدائشی حالت ہے ۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو سب سے پہلے بنانے والا ہے ۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا : مجھے ' 'فاطر السمٰوات والأرض'' کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا لے کر میرے پاس آئے تو ان میں سے ایک نے کہا :أنا فطرتھا'' یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے ۔ اس طرح منذری رحمہ اللہ نے مجھے أبو العباس رحمہ اللہ سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے ایک بدو کے بیٹے کو سنا وہ کہہ رہا تھا :أنا أول من فطر ھٰذا '' یعنی میں نے سب سے پہلے اس کام کو کیا ہے ۔

ابن فارس رحمہ اللہ متوفی ۳۹۵ھ لکھتے ہیں :

فطرالفاء والطاء والراء أصل صحیح یدل علی فتح شئی وابرازہ ....والفطر ۃ الخلقۃ (معجم مقاییس اللغۃ: باب الفاء والطاء وما یثلثھا)

اس کا مادہ فائ' طاء اور راء ہے اور یہ اصل صحیح ہے اس کا بنیادی معنی کسی چیز کو کھول دینا اور نمایاں کرنے کے ہیں .....اور فطرت سے مراد پیدائشی ہئیت ہے ۔

ابو نصر اسماعیل الجوہری رحمہ اللہ متوفی ۳۹۸ ھ لکھتے ہیں :

والفطر الابتداء والاختراع قال ابن عباس کنت ماأدری مافاطرالسمٰوات والأرض حتی أتانی اعرابیان یختصمان فی بئر فقال أحدھما أنا فطرتھا أی أنا ابتدأتھا (تاج اللغة وصحاح العربیة : باب فہطہ ر)

'فطر' سے مراد ابتداء اور ایجاد ہے ۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا : مجھے ''فاطرالسمٰوات والأرض'' کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا میرے پاس لے کر آئے تو ان میں سے ایک نے کہا :أنا فطرتھا '' یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے ۔

علامہ زمحشری رحمہ اللہ متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں :

فطراللہ الخلق وھو فاطر السمٰوات مبتدعھا وافتطرالأمر ابتدعہ وکل مولود یولد علی الفطرة أی علی الجبلة القابلة لدین الحق (أساس البلاغة : باب ۔ فہطہر)

'فطر اللہ الخلق 'کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور وہ ''فاطر السمٰوات '' یعنی ان کو پہلی بار بنانے والا ہے اور اباب افتعال سے بھی اس کا معنی یہی ہے اور ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس حدیث میںفطرت سے مراد وہ جبلت ہے جو کہ دین حق کو قبول کرتی ہے ۔

علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ متوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں :

الفطرالابتداء والاختر اع والفطرة الحالة من کالجلسة والرکبة والمعنی أنہ یولد علی نوع من الجبلة والطبع المتھی لقبول الدین (النھایة فی غریب الحدیث : باب لفاء مع الطائ)

'فطر' سے مراد ابتداء اور ایجاد ہے ۔ اور فطرت کا لفظ 'جلسة ' اور 'رکبة 'کی طرح حالت کا وزن ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جو دین کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ۔

ابن منظور الأفریقی رحمہ اللہ متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں :

وفطراللہ الخلق یفطرھم خلقھم وبدأھم والفطرة الابتداء والاختراع وفی التنزیل الحمید الحمد للہ فاطر السمٰوات والأرض قال ابن عباس ماکنت أدری ما فاطرالسمٰوات والأرض حتی أتانی أعرابیان یختصمان فی بئر فقال أحدھما أنا فطرتھا أی أنا ابتدات حفرھا (لسان العرب : باب فہ طہر)

اور' فطراللہ الخلق ' سے مراد اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور ان کو پہلی بار بنایا ہے اور فطرت سے مراد ابتداء ہے اور ایجاد ہے ۔ قرآن میں ہے ''فاطرالسمٰوات والأرض'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے کہا : مجھے ''فاطرالسمٰوات والأرض'' کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا میرے پاس لے کر آئے تو ان میں سے ایک نے کہا :أنا فطرتھا '' یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے ۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں :
وفطرہ یفطرہ شقہ ....اللہ الخلق خلقهم وبرأهم الأمر ابتدأہ
وأنشأہ ....والفطرة صدقة الفطر والخلقة التى خلق عليها المولود فى
رحم أمہ والدين (القاموس المحيط: باب الفطرالشق)
' وفطرہ یفطرہ ویفطرہ، کا معنی پھاڑنا ہے ....' فطر اللہ الخلق
' کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے ، ان کے معاملے کی
ابتداء کی ہے اور پہلی مرتبہ یہ کام کیا ہے ....اور فطرت سے مراد
صدقہ فطر ہے یا وہ پیدائشی حالت ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے بچے کو
ماں کے پیٹ میں پیدا کیا ہے اور اس سے مراد بعض اوقات دین بھی ہوتا
ہے ۔

علامہ محمد مرتضی الزبیدی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے
ہیں :
وفطراللہ الخلق يفطرهم فطرا خلقهم وفى الأساس
ابتدعهم ....والفطرة الخلقة (تاج العروس : باب ف۔ط۔ر)
اور ' فطر اللہ الخلق ' کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا
ہے ۔ اور ' اساس البلاغة ' میں ہے کہ اس کا معنی پہلی بار بنانا
ہے ....اور فطرت سے مراد پیدائشی حالت ہے ۔

امام قرطبی رحمہ اللہ متوفی ٦٧١ھ لکھتے ہیں :
قالوا والفطرة فى كلام العرب البدأة والفاطر المبتدى واحتجوا بما روى
عن ابن عباس أنہ قال لم أكن أدرى ما فاطرالسمٰوات والأرض حتى أتى
أعرابيان يختصمان فى بئر فقال أحدهما أنا فطرتها أى أبتدأتها(الجامع
لأحكام القرآن:سورة الروم:۳۰)
اہل علم کا کہنا ہے کہ کلام عرب میں فطرت سے مراد ابتداء ہے اور
'فاطر 'کا معنی ابتداء کرنے والا ہے اور اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ وہ فرماتے ہیں مجھے
''فاطرالسمٰوات والأرض'' کا معنی سمجھ نہیں آتا تھا یہاں تک کہ دو
بدو ایک کنوئیں کا جھگڑا میرے پاس لے کر آئے تو ان میں سے ایک نے
کہا :أنا فطرتها '' یعنی میں نے اس کو پہلی مرتبہ کھودا ہے ۔
قرآن وسنت اور محققین اہل لغت کے ا قوال سے معلوم ہوا کہ فطرت
سے مراد وہ ابتدائی تخلیق ، پیدائشی حالت اور ہیئت ہے کہ جس پر
اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور فطرت کے اس ؛لغوی مفہوم پر
اہل لغت کا اجماع ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ فطرت یعنی
ابتدائی تخلیق یا هیئت کیا ہے َ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو
پیدا کیا ہے تو اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں جو ہم یہاں
درج کر دیتے ہیں :

پہلا قول :

فطرت سے مراد 'اسلام 'ہے۔ یہ قول مجاہد رحمہ اللہ ، مقاتل
بن حیان رحمہ اللہ ،ا بن زید رحمہ اللہ ، امام زہری رحمہ اللہ ، امام
احمد رحمہ اللہ ، امام بخاری رحمہ اللہ ، امام بغوی رحمہ اللہ ، عزیز
بن عبدالسلام رحمہ اللہ ، ابن عادل الحنبلی رحمہ اللہ ، علامہ
مجدالدین فیروز آبادی رحمہ اللہ ، امام خازن رحمہ اللہ ، امام الثعلبی
رحمہ اللہ ، علامہ سمر قندی رحمہ اللہ ، شمس الحق عظیم آبادی

رحمہ اللہ ، عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ ، وغیرہ جمہور اہل علم
کے ا قوال ہیں ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :
وأشهر الأقول أن المراد بالفطرة الاسلام ' قال ابن عبدالبر : وهو
المعروف عند عامة السلف ۔ وأجمع اهل العلم بالتاویل علی أن المراد
بقولہ تعالیٰ (فطرة اللہ التی فطرالناس علیها)الاسلام ' واحتجوا بقول
أبی هريرة فی آخرحديث الباب: اقرؤا ان شئتم (فطرة اللہ التی
فطرالناس عليها)وبحديث عياض بن حمار عن النبى ﷺ فيما يرويہ عن ربہ
((انی خلقت عبادی حنفاء کلهم، فاجتالتهم الشياطين عن
دینهم))الحدیث ۔ وقد رواہ غیرہ فزادفیہ ((حنفاء مسلمین)) فتح الباری
مع صحیح بخاری ، کتاب الجنائز ، باب ماقیل فی أولاد المشرکین)
اور سب سے مشہور قول ہے کہ فطرت سے مراد 'اسلام ' ہے ۔
ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ عام سلف صالحین کا قول ہے ۔
مفسرین کا تقریبا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت مبارکہ
'' فطر ة اللہ التی فطرالناس علیها ''میں فطرت سے مراد اسلام ہے
اور ان کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو حدیث
(کل مولود یولد علی الفطرة)کے آخر میں مذکور ہے ۔ وہ قول یہ ہے کہ
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا: اگر
تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ''فطرة اللہ التی فطرالناس علیها ''
اسی طرح ان کی دلیل سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کی حدیث
بھی ہے کہ جس میں آپ اپنے رب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا:میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اس حال میں کہ وہ سب کے سب
یکسو(حنفائ، حنیف کی جمع)تھے پھر شیاطین نے ان کو ان کے دین سے
بھٹکادیا ۔ اور بعض روایات میں الفاظ ہیں کہ میں نے ان کو پیدا کیا اس
حال میں کہ وہ یکسو (حنیف)اور مسلم تھے ۔
اکثر سلف صالحین نے جو ''فطرة'' کا معنی ''اسلام '' کیا ہے تو اس
سے ان کی مراد اصطلاحی اسلام یعنی ''اقرار باللسان وتصدیق بالقلب
وعمل بالجوارح '' یا بالفعل اسلام یا شریعت اسلامیہ یعنی اس کے
فرائض وسنن اور حلال وحرام نہیں ہے کیونکہ اس اسلام کا صدور نو
مولود سے عقلاً محال ہے ۔ معروف مالکی فقیہ ومجتہد ' امام قرطبی
رحمہ اللہ متوفی ٦٧١ھ ' فطرت اللہ التی فطرالناس علیها ' کی تفسیر
میں لکھتے ہیں:
ویستحیل أن تکون الفطرة المذکورة الاسلام ' کما قال ابن شهاب ' لأن
الاسلام والایمان : قول باللسان واعتقاد بالقلب وعمل بالجوارح ' وهٰذا
معدوم من الطفل ' لایجهل ذٰلک ذوعقل ۔ (الجامع لأحکام القرآن : سورة
الروم :٣٠)
اور یہ محال ہے کہ فطرت مذکور ہ سے مراد اسلام ہو جیساکہ ابن
شہاب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کیونکہ اسلام اور ایمان زبان سے اقرار '
دل کے یقین اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے ۔ اور اس اسلام کا
صدور ایک بچے سے معدوم ہے اور کوئی بھی صاحب عقل اس بات سے
ناواقف نہیں ہے ۔
معروف حنبلی عالم اور محدث ' ابن بطہ رحمہ اللہ ' کل مولود یولد
علی الفطرة ' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ومااکثر من عشیت بصیرتہ عن فهم هٰذا الحدیث فتاہ وتحیر عقلہ ' فضل
وأفضل بہ خلقا کثیرا' وذٰلک انہ یتأول الخبر علی ما یحتملہ عقلہ من
ظاهرہ ' ریظن أن معنی قول النبی ان کل مولود یولد علی الفطرة '
أراد بذلک أن کل مولود یولد مسلما مؤمنا' وانما أبواہ یهودانہ وینصرانہ
فمن قال ذلک أو توهمہ ' فقد أعظم علی اللہ عزوجل فریة ' ورد القرآن
والسنة وخالف ماعلیہ المؤمنون من الأمة ' وزعم الیهود والنصاریٰ
یضلون من هداہ اللہ عزوجل ویشقون من أسعدهٗ' ویجعلون من اهل
النار من خلقہ اللہ للجنة ' ویزعم أن مشیئة الیهود والنصاریٰ والمجوس
فی أولادهم کانت أغلب .....والفطرة هاهنا ابتداء الخلق ' ولم یعن
بالفطرة الاسلام وشرائعہ وسننہ وفرائضہ ' ألا تراہ یقول (لاتبدیل لخلق
اللہ)(الابانة الکبری: ١٤٦٥)
اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ حدیث 'کل مولود یولد علی الفطرة 'کو
سمجھتے وقت ان کی بصیرت ختم ہوگئی ان کے دل بھٹک گئے اور ان کی
عقل حیران وپریشان ہوگی ۔پس وہ خود بھی گمراہ ہوگئے اور انہوں
نے بہتو ں کو گمراہ بھی کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حدیث
کا معنی اپنی عقل کے مطابق صرف اس کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے کرتے
ہیں اور ان کا گمان ہے کہ ' کل مولود یولد علی الفطرة ' کا معنی ہے :
ہر نومولود بچہ مسلمان اور مومن پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے والدین
اس کو یہودی یا عیسائی بنادیتے ہیں ۔ پس جس کا بھی یہ خیال ہے
اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے اور قرآن وسنت اور اہل ایمان
کی مخالفت کی ہے ۔ اس قول کے قائلین کا گمان یہ ہے کہ جس کو
اللہ نے ہدایت دی تھی اس کو اس کے والدین نے گمراہ کردیا اور جس
کو اللہ تعالیٰ نے سعادت مند بنایاتھا اس کو والدین نے بد بخت بنادیا اور
جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے لئے پیدا کیا تھا والدین نے اسے جہنمی
بنادیا اور ان کا گمان یہ بھی ہے کہ یہود ونصاریٰ کی مشیئت اللہ کی
مشیئت پر غالب ہے .... یہاں فطرت سے مراد ابتدائی تخلیق ہے اور اس
کا معنی بالفعل اسلام ' اس کے احکامات ' سنن اور فرائض نہیں ہیں ۔
کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے (فطرت کے تذکرے کے
بعد)فرمایا:اس کی تخلیق (جس فطرت پر اس نے کسی چیز کو پیدا کیا
ہے)کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے ۔
امام ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں :
لیس المراد بقولہ''یولد علی الفطرة '' أنہ خرج من بطن أمہ یعلم الدین
' لأ ن اللہ یقول (واللہ أخرجکم من بطون أمهتکم لاتعلمون شیئا) ۔(فتح
الباری مع صحیح بخاری ' کتاب الجنائز ' باب ماقیل فی أولاد المشرکین)
اور 'یولد علی الفطرة 'کا معنی یہ نہیں ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو
وہ دین اسلام کو جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : اللہ تعالیٰ نے
تم کو ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے
تھے ۔
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :
أما قولہ کل مولود یولد علی الفطرة فأبواہ یهودانہ أوینصرانہ أو
یمجسانہ فالصواب أنها فطرة اللہ التی فطرالناس علیها وهی فطرة
الاسلام وهی فطرهم علیها یوم قال ألست بربکم قالوا بلی....ولایلزم من

كونهم مولدين على الفطرة أن يكونوا حين الولادة معتدين للاسلام بالفعل فان اللہ أخرجنا من بطون أمهاتنا لانعلم شئيا (مجموع الفتاوی ' امام ابن تیمیہ ' جلد ٤ ' ص٢٤٥'٢٤٧)
اور اس حدیث اور آیت میں فطرت سے مراد ' فطرت اسلام ' ہے اور یہ وہی فطرت ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس دن پیدا کیا تھا کہ جس دن اس نے ان سے سوال کیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب ہوں ؟
تو انہوں نے کہا تھا : ہاں ....اور لوگوں کے فطرت پر پیدا ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اسلام کے عقیدے پر بالفعل پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے تھے ۔
لہٰذا متقدمین سلف صالحین کے اس قول کہ ' ہر بچہٰ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے ' کا یہ معنی بالکل بھی نہیں ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو بالفعل مسلمان ہوتا ہے بلکہ انہوں نے 'فطرۃ ' کا معنی اجمالاً ''اسلام '' کیا ہے اس اسلام سے ان کے نزدیک اگر اصطلاحی یا بالفعل اسلام مراد نہیں ہے تو پھر کیا مراد ہے ؟ یہ بحث قابل غور ہے تحقیق سے معلو م ہوتا ہے کہ اس قول کے قائلین کے مطابق ہر انسان میں پیدائشی طور پر اسلام بالقوۃ موجود ہوتا ہے اور اگر موانع موجود نہ ہوں تو جب یہ انسان بالغ ہوجاتا ہے تو اپنی فطرت سلیمہ کی وجہ سے خارج میں کسی نبی یا رسول کے پیش کردہ دین اسلام کی طرف اپنے نفس میں ایک فطری رجحان اور میلان محسوس کرتا ہے اور اس کی فطرت نبی یا رسول کی دعوت کو حق قراردیتی ہے ۔

دوسرا قول :
فطرت سے مراد توحید ربوبیت کی معرفت ہے ۔یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے بعض مفسرین مثلاً امام نسفی رحمہ اللہ ' امام الطبرسی رحمہ اللہ ' امام واحدی رحمہ اللہ ' علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس قول کو اختیا ر کیا ہے ۔ ابن بطۃ رحمہ اللہ اور امام اہل السنۃ ابن أبی العز الحنفی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے ۔اس قول کے قائلین کے مطابق جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس میں پیدائشی طور پر اپنے خالق اور صانع کی معرفت کی قوت موجود ہوتی ہے اور بلوغت کے بعد وہ انسان بغیر کسی وحی یا پیغمبر کی اطلاع کے اس بات تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا کوئی خالق یا صانع ہے ' چاہے وہ اس خالق کو اللہ کہے یا رب کا نام دے یا خدا کہے کر پکارے یا بھگوان کہے یا Godکے نام سے اسے یاد کرے ۔
حماد بن سلمہ رحمہ اللہ متوفی ١٦٧ھ' کل مولود یولد علی الفطرۃ ' کی شرح میں کہتے ہیں :
قال حماد بن سلمة: على معرفة اللہ فلست واجدا أحد الا وهو يقربان لہ صانعا وان سماہ بغير اسمہ أو عبد غيرہ۔ (غريب الحديث ، علامہ ابن جوزی ، باب الفاء مع الطائ)
حمادبن سلمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ''کل مولود یولد علی الفطرۃ '' میں فطرت سے مراد اللہ کی معرفت ہے اور میں نے کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں دیکھا ہے جو کسی نہ کسی خالق کا ماننے والا نہ ہو اگر

چہ وہ اس کو اس کے ذاتی وصفاتی ناموں کے علاوہ کسی اور نام سے
پکارتا ہو یا وہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتا ہو ۔
اس قول کے قائلین نے عہد ألست والی آیت ''الست بربکم قالو ا بلیٰ
شہدنا أن تقولوا یوم القیٰمة انا کنا عن ھذاغٰفلین ''کو بھی اپنے مؤقف کے
حق میں بطور دلیل بیان کیا ہے ۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ متوفی
۱۵۰ھ 'فطرت' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
أخرج ذریتہ آدم صلبہ فجعلهم عقلاء مخاطبهم وأمرهم بالایمان ونهاهم
عن الکفر فأقروا لہ بالربوبیة فکان ذٰلک منهم ایمانافهم یولدون علی تلک
الفطرة ومن کفرة ومن کفر بعد ذٰلک فقد بدل وغیرومن آمن وصدق فقد
ثبت علیہ وداومہ (الفقة الأکبر' امام ابو
حنیفہ 'ص٦٨'علمی مرکز راولپنڈی)
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشت سے نکالا اور ان
کو صاحب عقل بناتے ہوئے ان سے خطاب کیا۔ انہیں ایمان کا حکم دیا
اور کفر سے منع کیا پس تمام انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا
اقرار کیا اور انسانوں کا یہ اقرار ایمان کے اعتبار سے تھا اور وہ انسان
پھر اسی فطرت پر پیدا کئے جاتے ہیں اور جس نے اس کے بعد کفر کیا
اس نے اپنی فطرت کو بدل دیا اور جو دنیا میں آنے کے بعد بھی ایمان لے
آیا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی تو وہ اپنی فطرت پر ثابت قدم
رہا اور ڈٹا رہا۔
عقیدہ میں احناف کے امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ متوفی ۳۳۳ھ
لکھتے ہیں :
وقال أهل السنة والجماعة ان الفطرة کما قال اللہ تعالیٰ فطرة اللہ التی
فطرالناس علیها وقال الحمد للہ فاطرالسمٰوات والأرض الآیة أی خالقها
وقال النبی ﷺ کل مولود یولد علی الفطرة الا أن أبویہ یهودانہ أوینصرانہ
أویمجسانہ حتی یعرب عنہ لسانہ اما شاکرا واما بحق واما بباطل لوتک
علی الخلقة التی ولد علیها لاستدل بها علی خالقہ الا أن أبویہ یهودانہ أو
ینصرانہ أو یمجسانہ أی یصیران سببا للتهود والتنصر ۔ شرح الفقہ الأکبر
ابو منصور ماتریدی ص۳۸، مجلس دائرة المعارف النظامیة ، النهد)
اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ حدیث ''کل مولود یولد علی الفطرة ''میں
فطرت سے مراد وہی ہے جو کہ آیت '' فطرة اللہ التی فطرالناس
علیها '' میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان '' الحمد للہ فاطر السمٰوات
والأرض ''میں فاطر سے مراد خالق ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان
کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اس کو یہودی
عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی زبان واضح ہوجائے
اور وہ شکر کرنے والا بن جائے یا ناشکری کرنے والا ہوجائے ۔ حق کا
راستہ اختیا ر کرلے یا باطل کے پیچھے چل پڑے ۔ اگراسے اس کی
پیدائشی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ اس سے اپنے خالق کے وجود پر
استدلال کرلیتا مگر اس کے والدین اس کو یہودی عیسائی یا مجوسی
بنادیتے ہیں یعنی وہ اس کے یہودی یا عیسائی بننے کا سبب بن جاتے
ہیں۔
لہٰذا ان تمام دلائل اور براہین سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہاں فطرت سے
مراد ابتدائی تخلیق ہے اور اس کا معنی بالفعل اسلام ، اس کے احکامات

، سنن اور فرائض نہیں ہیں۔ یہاں فطرت سے مراد ابتدائی تخلیق ہے
جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تخلیق کی ہے۔
ڈاکٹر شبیرنے خوامخواہ اپنی کم علمی کی وجہ سے حدیث کو اعتراض کا نشانہ بنایا ہے

اکیاونواں (51) اعتراض:

فرشتہ ماں کے پیٹ میں ہی تقدیر لکھ لیتا ہے یعنی زندگی موت اور رزق اعمال بدہونا اور اچھا ہونا ۔
(بخاری کتاب الحیض صفحہ:301)   (اسلام کے مجرم صفحہ: 55)

ازالہ: ۔

ڈاکٹر شبیرکو اعتراض ہے کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟اس کا جواب یہ ہے کہ خود قرآن تقدیر کے مسائل بیان کرتا ہے مثلاً،

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ ِلاَّ بِذْنِ اللّٰہِ كِتَاباً مُّؤَجَّلاً (1)

''اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی جاندار نہیں مرسکتا ۔ مقررشدہ وقت لکھا ہوا ہے ۔''

مزید ارشاد ہوتا ہے :

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي ِمَامٍ مُّبِيْنٍ (2)

''ہم نے ہر چیز کا حساب امام مبین میں رکھا ہوا ہے ۔''

اب اس اعتراض کا رخ قرآن کی جانب ہوگیا ہے اور عبارت یہ ہوتی ہے کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو پھر قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ فافہم

باونواں (52) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مطلب یہ ہے کہ دو طرح ک سانپ ایسے ہیں سفید دھاریوں والا دم کٹا کہ وہ انسان کی آنکھوں کو دیکھ کر اسے اندھا کردیتے ہیں ۔
صاحبو ! ایسا کوئی سانپ دنیا میں موجودنہیں ۔
(امام مسلم حدیث: 2223کتاب الاسلام
اورتشریح امام ابن القیم)   (اسلام کے مجرم صفحہ :58)

ازالہ: ۔

قارئین کرام !

---

1)سورۃ آل عمران ،آیت :145   2)سورۃ یٰس ،آیت :12

ڈاکٹر شبیرنے نجانے کن معلومات کے بل بوتے پر ایسا عجیب وغریب دعویٰ کیا ہے ؟ حالانکہ اس وقت جب حشرات الارض پر تحقیق جاری ہے اور اس کام پر تحقیق کرنے والوں نے بھی ابھی تک کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ دنیا میں موجودتمام جانوروں کے بارے میں معلومات حاصل کرلی گئی ہیں ۔ مگر ڈاکٹر شبیردعویٰ کررہے ہیں کہ ایسا کوئی سانپ موجود نہیں ہے حالانکہ صرف امریکہ وافریقہ میں سانپوں کی دوسو سے زائد اقسام پائی جاتی ہیں جو مختلف قسم کے عادات واطوار کے مالک (COBRA سانپ کی ایک قسم)انتہائی خطرناک ہے جو دور سے

انسان کی آنکھوں پر زہر آلود مواد پھیکتا ہے تو انسان اس کے زہر کی
شدت سے اندھا ہوجاتاہے۔ شاید ڈاکٹر شبیرکواس بارے میں علم ہوگا ۔
اس سانپ کے متعلق مزید معلومات کے لئے ہماری ویب سائٹ دیکھیں۔
قرآن کریم میں بھی اللہ رب العالمین نے ایک جانور کا ذکر کیا ہے :
وَذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْہِمْ أَخْرَجْنَا لَہُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُہُمْ لا أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ (1)
''اور بات پوری ہونے کا وقت آجائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک
جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا ۔''
اب یہاں ایسے جانور کا ذکر موجود ہے کہ جو کلام کر گا تو کیا اس پر
ایسے تبصرے نہیں ہوسکتے کہ صاحبو ! '' ایسا کوئی جانور دنیا میں
موجودنہیں ہ''ویسے تو ہمارے زمانے میں یہ سانپ موجود ہے جسے (
spitting snake)کانام دیا گیا ہے ۔ لیکن اگر پھر بھی ڈاکٹر صاحب اس
کا انکار کریں کہ ایسے سانپ نہیں تو اس کا جواب یہ بھی دیا جاسکتا
ہے کہ یہ سانپ نبی کریم ؐ کے وقت میں موجود و لیکن اب موجود
نہیں کیونکہ ایک عام سائنس کا طالب بھی یہ جانتا ہے کہ کتنے ایسے
جانور اس دنیا میں تھے جو اب موجود نہیں۔ لٰذا حدیث پر اعتراض
مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔
اس کا جواب صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے
تو یقینا ہوکر ہی رہے گا اسی طرح
اللہ کے نبی ؐ نے فرمایا کہ سانپ ہے تو وہ یقینا ہے اور یہی ہمارا
یمان ہے ۔

---

1)سورة النمل ،آیت :82

ترپنواں (53) اعتراض:
امام احمد بن حنبل نے (170/4)میں جابرسے روایت فرمائی ہے کہ
رسول اللہ ؐ نے ایک عورت کے بیٹے کو ''نکل اللہ کے دشمن میں اللہ
کارسول ہوں '' فرماکر بدروح کونکال دیا وہ بچہ اچھا ہوگیا ۔ اس
عورت نے آپ ؐکی خدمت میں دو مینڈھ ،پنیر اور گھی پیش کیا رسول
اللہ ؐ نے یعلیٰ بن مرة سے فرمایا: ایک مینڈھا ،پنیر اور گھی لے لو اور
ایک مینڈھا اسے واپس کردو ۔دم کرنا اور قیمت لینا قرآن کے خلاف ہے ۔
(ابن ماجہ حدیث نمبر:3545) (اسلام کے مجرم صفحہ :59)
ازالہ:۔
ڈاکٹر شبیرنے اس حدیث کے ذریعے سے مغالطے دینے کی کوشش کی ہے
کہ ''دم کرنا قرآن کے خلاف ہے '' حالانکہ قرآن مجید میں کہیںبھی ایسا
حکم موجود نہیں ۔ اور رہی بات قیمت کی تو اس عورت نے قیمت
نہیں بلکہ تحفہ پیش کیا تھا جس میں سے بعض تو آپ نے قبول کرلیا اور
بعض واپس کردیا۔کیونکہ قیمت وہ ہوتی ہے جو پہلے طے کی جائے اور
ایسا حدیث میں ذکر موجود نہیں ۔
لہٰذا حدیث پر اعتراض غلط ہے۔
چونواں(54) اعتراض:

ابو ہریرہ حدیث کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے وہ جب چاہتے ،احادیث گھڑ لیا کرتے تھے انھوںنے بے شمار من گھڑت حدیثیں لوگوں تک پہنچائیں ۔ (امام بخاری
بحوالہ رسالہ البلاغ صفحہ:3جونانس برگ) (اسلام کے مجرم صفحہ: 69)

ازالہ:۔
بالآخرڈاکٹر شبیر نے اپنی صحابہ دشمنی دکھا ہی دی کہ صحابہ ہی اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا کرتے تھ اور اس غلیظ وگندی بات کو امام بخاری کے ذمہ لگادیا اور وہ بھی ایک نامعلوم رسالہ کے حوالہ سے
حالانکہ صحیح بخاری میں صرف اتنا ہے :
''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ زیادہ روایات بیان کرنے والے تھے ۔''
اب اگر کوئی ڈاکٹر شبیرکو اپنے آرگن میں کذاب دجال اور اس جیسے دوسرے القابات سے نوازے اور میں اسے اپنی کتاب میں بغیر تحقیق نقل کردوں تو کیا یہ بات صحیح ہوگی ؟
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان تمام بہتانات اور الزامات سے مبرأ تھے یہ صرف وصرف ان پر الزامات ہیں جس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ سیدنا ابو ہریررضی اللہ عنہ نے اپنی مکمل زندگی حدیث پاک کی خدمت میں صرف کردی اور وہ اس امت کے سب سے عظیم محدث تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کا دفاع فرمایا بلکہ حدیث کی برکت سے ابو ہریرہ رضی اللہ کا بھی دفاع فرمایا خطیب بغدادی نے ایک بڑا زبردست قصہ نقل کیا ہے ۔
خطیب بغدادی رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں :
''........قال حدثنا عمر بن حبیب قال: حضرت مجلس هارون الرشید فجرت مسألة فتنازعها الحضور ، وعلت أصواتهم فاحتج بعضهم بحدیث یرویہ ابو ہریرة عن النبی فدفع بعضهم الحدیث ، وزادت المدافعة والخصام حتی قال قائلون منهم:لایحل هذالحدیث عن رسول اللہ فان ابا هریرة متهم فیما یرویہ وصرحوا بتکذیبہ ، ورایت الرشید قد نحا نحوهم ، ونصرقولهم فقلت أنا: الحدیث صحیح عن رسول اللہ وابوهریرة صحیح النقل ، صدوق فیما یرویہ عن نبی اللہ وغیرہ فنظر الی الرشید نظر مغضب ......''
(تاریخ بغداد جلد11ص192رقم 5903، تهذیب الکمال للمزی 4711، تاریخ البخاری الکبیر 1987 المنتظم لابن جوزی 126/10)
''میں ہارون رشید کی مجلس میں حاضر ہوا ایک مسئلہ پر گفتگو جاری تھی کہ حاضرین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا اور آوازیں بلند ہوئیں ان میں سے بعض لوگوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے احتجاج کیا جو وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں بعض نے ان میں اس حدیث کو مرفوع قراردیا ، اور دفاع کرنے والے اور حملہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ، یہاں تک کہ بعض کہنے والوںنے کہا کہ یہ حدیث کی روایت (جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے نبی ﷺ سے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایت کے بارے میں متهم تھے اور صراحت کی ان کے جھوٹا ہونے پر اور میں نے ہارون رشید کو دیکھا کہ وہ تکذیب کرنے والوں کی طرف مائل

ہوا اور ان کی بات کی تائید کی ۔ تو پس میںنے کہا کہ یہ حدیث صحیح
ہے رسول اللہ ﷺ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرنے
میں بالکل صحیح ہیں اور وہ جو کچھ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں
اس میں وہ سچے ہیں ۔ ہارون رشید نے میری طرف غصے سے دیکھا
میں مجلس سے کھڑا ہوکر اپنے گھر کی طرف چلا گیا ۔ تھوڑی دیرہوئی
کہ ایک پیغام دینے والا دروازے پر آیا ہے اور مجھ سے کہا ہارون
رشید کے بلاوے کو قبول کروگویا کہ آپ مقتول (عنقریب قتل ہونے والے)
ہو اور اپنے ساتھ ہنود (یہ ایک خوشبو ہے جو کفن پر لگائی جاتی ہے)
اور کفن لے لو میں نے کہا کہ اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے تیرے نبی
کے ساتھی کا دفاع کیا اور مجھے آپ اپنی حفاظت میںلے لے ہارون رشید
کے شر سے پھر مجھے ہارون رشید کے پاس لیجایا گیا اور وہ سونے(1)
کی کرسی پر تشریف فرماتھااوروہ اپنی آستین اوپر کئے ہوئے تھے اور ان
کے ہاتھ میں تلوار تھی اوران کے آگے دسترخوان بھی تھا جب مجھے دیکھا
تو مجھ سے کہا اے عمر بن حبیب کوئی ایسا نہیں جس نے میرے سامنے
میرا رد کیا ہو اور میری بات کا انکار کیا ہو جیسے تم نے انکار کیا عمر
بن حبیب نے کہا اے امیر المؤمنین جس کے بارے میں آپ نے یہ کہا اور
آپ نے مجھ سے اس چیز پر جو نبی کریم ﷺ لے کر آئے کیونکہ اگر آپ کے
اصحاب جھوٹے ہیں تو (جان لیجئے) کہ شریعت بھی باطل ہے نیزروزے ،
مسائل طلاق ، نماز، نکاح، سب مردود ہیں جو کہ قابل قبول نہیں
ہوسکتے ہارون رشید پر اس بات کا بہت گہرا اثر ہوا میری طرف
متوجہ ہوا اور مجھ سے کہا کہ تو نے مجھے زندہ کردیااے عمر اور اللہ
تجھے زندہ رکھے (دوبارہ یہ کلمہ کہا) اور مجھے دس ہزار درہم دینے کا
حکم دیا ۔دراصل منکرین حدیث کو ہمیشہ سے ہی سیدنا ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے دشمنی رہی ہے کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ نبی کریم ﷺ سے کثیر تعداد میں احادیث نقل کرتے

---

(۱)خلیفہ ہارون رشید کے بارے میں جو یہاں سونے کی کرسی کا ذکر
ہے قابل تحقیق ہے کیونکہ خلیفہ ہارون رشید سنت کی اتباع کرنے والے
تھے وہ سونے کی کرسی کا استعمال کیسے کرتے ؟ حالانکہ سونے کی
کرسی کا استعمال شریعت میں ممنوع ہے جیساکہ حدیث کا ادنیٰ طالب
علم بھی جانتا ہے لہٰذا یہ قابل تحقیق معاملہ ہے (عبدالقادر بن حبیب
اللہ سندھی)
تھے ۔محدثین کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ
عنہ 5374احادیث کے حافظ تھے ۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے سیراعلام النبلاء جلد3ص513)
سیدناابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جنہوں نے اپنا تن من دھن
سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر فدا کردیا اور ہر وقت نبی کریم
ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے تاکہ کوئی بھی فرمان نبوت ان سے چوک نہ جائے
اور
باقاعدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہوکر فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں آپ سے حدیث سنتا
ہوں اور بھول جاتا ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ اپنی چادر کو

پھیلاجب انہوں نے چادر کو پھیلا یا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے معجزہ
فرمایا پھر فرمایا کہ ابو ہریرہ چادر کو سمیٹ لے ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ کہتے ہیں میں نے چادر کو سمیٹ لیا پھر اس دن کے بعد کوئی
حدیث نہ بھولا ۔
(بخاری کتاب العلم رقم
(119
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ کاخاص کرم تھا کہ انہیں
حدیث ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے چناتھا۔
امام بیہقی اپنی کتاب المدخل میں فرماتے ہیںکہ :
''من حدیث محد بن عمارۃ بن حزم انہ قصد فی مجلس فیہ
مشیخة من الصحابة بضعة عشررجلاً فجعل ابو هريرة يحدثهم عن رسول
اللہ ﷺ بالحدیث فلایعرفہ بعضھم فی راجعون فیہ حتی یعرفون حدیثھم
بالحدیث کذالک حتی فعل مراراً فعرفت ان ابا هريرة أحفظ الناس ۔''
''یعنی عمار بن حزم فرماتے ہیں کہ وہ مشائخ صحابہ رضی اللہ
عنہم میں بیٹھے جو دس کے قریب تھے ۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے
ان کو نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی تو صحابہ اس کو پہچان نہ سکے
پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا تو جان گئے پھر ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ نے ان کو کئی حدیثیں سنائیں پھر وہ جان گئے کہ ابو
ہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حدیث کے حافظ تھے''۔
ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بے شمار
من گھڑت احادیث لوگوں تک پہنچائی یہ صرف الزام ہے بلکہ صحابہ
کی جماعت نے کبھی بھی کوئی حدیث بغیر تحقیق کے آگے نہیں بڑھائی ۔
معجم الکبیر میں موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے
فرمایا ہم کبھی بھی ایک دوسرے پر جھوٹ نہیں بولتے ۔ یعنی صحابہ
سب کے سب عادل ہیں اور سب سے زیادہ احتیاط صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم اجمعین ہی احادیث میں کرتے تھے۔امام خطیب بغدادی نے بڑا
زبردست واقعہ اپنی کتاب تاریخ بغداد میں ذکر فرمایا ہے ۔ جو مغالطے
اور غلط فہمی ڈاکٹر شبیر کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے
یہی حملے آج سے سینکڑوں سال پہلے شیطان نے کئی لوگوں پر کیا تھا
لیکن انہوں نے رجوع کیا تھا اس غلط فہمی سے اب دیکھنا ہے کہ اس
واقعہ کے ذکر کے بعد ڈاکٹر صاحب کی ایمان کی کیفیت کیاہوتی ہے
(کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا جزء ہے)قصہ
مذکورہ ہارون رشید کو دوبارہ پڑھیں تاکہ ظاہر ہوجائے کہ ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی ایمان لانے کے بعد حدیث کی خدمت میں
لگادی جب انہوںنے اپنی زندگی حدیث کے دفاع میںلگائی تو اللہ تعالیٰ نے
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا اور ان پر لگائے گئے الزامات
اور بہتان کو ملیا میٹ کردیا ۔ لہٰذا اب بھی اگر کوئی سیدنا ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس قسم کے الزامات عائد کرتا ہے تو اسے
اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہ سے محبت عین
ایمان کی علامت ہے ۔
پچپنواں(55)اعتراض:

''ابوہریرہؓ نے حدیث بیان کی کہ جس نے کہا لاالٰہ لا اللہ وہ جنت میں
ضرور جائے گاجب عمر نے ابو ہریرہ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا تو
انہوں نے بڑھ کر ابوہریرہ کے سینے پر اتنے زور سے مکاّ مارا کہ
ابوہریرہ زمین پر گرپڑے۔'' (صحیح مسلم :کتاب الایمان،البلاغ،صفحہ:
2) (اسلام کے مجرم صفحہ70)
ازالہ:۔
قارئین ِکرام !معلوم نہیں ڈاکٹر شبیرکو اس حدیث میں کونسا اعتراض
نظر آیا ہے ؟اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے ہی نہیں اس لئے مصنف نے
بھی اپنی طرف سے کوئی اعتراض نقل نہیں کیا بس حدیث ذکر کرکے
خاموشی اختیار کی ہے ۔
لیکن میں وضاحت کرتا چلوںکہ اس حدیث پر بہت سے لوگوں نے (جو
احادیث کو دین تصور نہیں کرتے)اعتراض کیا ہے کہ سیدنا عمررضی اللہ
عنہ نے ان کو مکاّکیوں مارا؟میں پوچھتا ہوں کہ آپ جواب دیجئے کہ
عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مکاّکیوں مارا؟
قارئین ِکرام!ڈاکٹر شبیرنے یہاں پربھی حسب سابق بددیانتی سے کام
لیتے ہوئے حدیث کو ادھورا نقل کیا ہے،حالانکہ صحیح مسلم کی اسی
روایت میںمکمل وضاحت موجود ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کے
رسول ﷺکی زبان سے یہ الفاظ سننے کے بعد لوگوں کو یہ خوشخبری
سنانے جارہے تھے کہ
''جس نے لاالہ لا اللہ کا اقرارکیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''
سیدناابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺکی نعلین لیکر لوگوں کو یہ
خوشخبری سنانے نکلے تھے کہ راستے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے
ان کی ملاقات ہوئی ،انھوں نے پوچھا :کہاں جارہے ہو؟آپ نے انھیں یہ
حدیث سنائی اور ارشادفرمایا: میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنانے جارہا
ہوں۔تو عمررضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا ،تاکہ وہ نبی
اکرم ﷺکے پاس واپس جائیں اور بات کی تحقیق ہوجائے
بس یہی وجہ تھی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکاّ مارا ،نہ کہ
کسی دشمنی یا ان پرعدم اعتماد کی وجہ سے جیسا کہ مصنف نے اس
حدیث کو پیش کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر کہ یہ مقصد لوگوں
کوبیان کرنے کی کوشش کی ہے۔(1)
لہٰذا حدیث پر اعتراض فضولیات پر مبنی ہے
چھپنواں56))اعتراض:
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں :
''ترمذی میں حدیث بیان ہوئی ہے ،بحوالہ رسول اللہ(ﷺ)اور انس (رض) جنت
میں مرد کو 100مردوں کے برابر قوت عطا کی جائے گی ،تاکہ وہ زیادہ
عورتوں سے جماع کرے۔''
(اسلام کے مجرم،صفحہ:77)
ازالہ:۔
قارئین ِکرام!میرے خیال میں ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کو بھی قرآن کے
خلاف ہی سمجھا ہوگا۔100آدمیوںکی طاقت کوئی غیرفطری عمل
نہیں ،کیونکہ اس کا اشارہ قرآنِ کریم سے بھی ملتا ہے ۔اللہ تعالیٰ

1)شرح صحیح مسلم للنووی ،ج:1صفحہ:278

ارشاد فرماتا ہے:

وَلَكُمْ فِيْـهَـا أَزْوَاج مُّطَـهَّـرَةـ

''تمھارے لئے جنت میںپاکیزہ (بیویاں) جوڑے ہونگے''۔

قارئینِ کرام!عربی زبان میں ''زوج''کی جمع ''أزواج''ہے ،یعنی ''جوڑے''(بیویاں) اور عربی میں جمع تین سے شروع ہوتی ہے ،لیکن اس کی انتہاکوئی نہیں ہوتی۔اگر مصنف کو اعتراض ہے کہ 100بیویاں یا ان کی طاقت کیسے ہو سکتی ہے ؟تو وہ اٹکل کی جگہ قرآن سے دلیل پیش کریں کہ یہ ناممکن ہے ،وگرنہ حدیث تسلیم کریں۔لہٰذا یٰ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر مبنی ہے اگر وہ جنتی لوگوں کو سو آدمیوں کے برابر ایک جنتی کو طاقت دیگا تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے ''فعال لما یرید '' لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں ۔ جنت میں کپڑے میلے نہ ہونگے ، جنت میں جس چیز کی خواہش ہوگی وہ عطا کردی جائے گی ہر وہ معاملات ہونگے جونہ کسی بشر نے دیکھا ہوگا نہ ہی کسی نے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال تک آیا ہوگا ۔ لٰذا ڈاکٹر صاحب اگر آپ کا دل اور دماغ اس چیز کو قبول نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں جنتی لوگوں کو وہ دیا جائے گا جس کا تصور دنیا میں بیٹھ کر انسان نہیں کرسکتا ۔

یہ جنت اور غیبی معاملات ہیں جن پر ایمان لانا ہر مسلمان پرضروری ہے انسان جب اللہ او ر اس کے رسول پر ایمانِ کامل لے آتا ہے تو کوئی چیز اس کو شک میں مبتلا نہیں کرتی بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات کو تسلیم کرتا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب یہ تو جنت کی بات ہے اگر آپ دنیا کا مطالعہ کریں تو یہاں بھی آپ کو بڑے عجیب وغریب واقعات ملیں گے آپ کو جنت میں سو آدمیوں کی طاقت پر شک ہے لیکن اسی دنیا کا ایک عجوبہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں ۔عام انسان زیادہ سے زیادہ ایک من وزن اٹھاسکتا ہے اس سے زیادہ اٹھانا اس کے لئے بہت مشقت کا باعث ہے لیکن کینیڈا میں ایک شخص جس کا نام Kevin Fastہے اس نے سوفٹ لمبا ٹرک کو جس کا وزن 24,640 kgہے اس کو اکیلے نے کھینچا۔

(دیکھئے Guinness World Records 2003)

ڈاکٹر صاحب کیا آپ نے کبھی کسی کو دیکھا ہے اگر نہیں تو اس کو بھی افسانہ کہہ کر رد کردیں اور اس کے خلاف بھی ایک کتاب شائع کردیں ۔جب یہ چیزیں دنیا میں ممکن ہیں تو جنت میں ایک مرد کو 100 آدمیوں کی طاقت کیونکر ممکن نہیں اس بات کو بھی ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ آخرت کے معاملات دنیا کی طرح نہیں ہیں لٰـذاـ آخرت کے معاملات کو دنیا کے معاملا ت پر قیاس نہیں کرنا چاہئے ۔

ستاونواں(57)اعتراض:

''قرآن کی دو آیتیں کھجور کے پتوں پرلکھی ہوئی تھیں ...میری بکری آئی اور انہیں کھاگئی۔''
(روایت عائشہ بخاری صحاح ستہ بخاری تا ابن ماجہ)
اس کے بعد ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں :
''حالانکہ اللہ فرماتا ہے: یہ قرآن میں نے نازل کیا ہے اور میں ہی اس کا محافظ ہوں۔''
(اسلام کے مجرم صفحہ :77)
ازالہ:۔
الحمدللہ مصنف نے خود ہی اس روایت کا جواب دیدیا ہے جب اللہ ہی محافظ ہے تو مصنف کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟فکر تو وہاں ہو جہاں اللہ محافظ نہ ہو!
دوسری بات یہ عرض کرتا چلوں کہ آخر یہ کونسی آیات تھیں جن کو بکری کھاگئی؟یہ آیات رضاعت اور رجم کی تھیں اور ان دونوں آیات کی تلاوت منسوخ ہوچکی تھی، لیکن حکم منسوخ نہیں ہوا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَا ط (1)
''جب بھی ہم کسی آیت کو منسوخ کردیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیںتو اس جیسی یا اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں۔''
معلوم ہوا کہ اللہ کسی آیت کو منسوخ بھی کرتا ہے اور اسے لوگوں کے ذہنوں سے بھلا بھی دیتا ہے یقینا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو صحیفہ موجود تھا وہ منسوخ شدہ تھا ،کیونکہ ناسخ نسخہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظ تھا۔
لہٰذا اگر بکری نے کھابھی لیاتو اس میں کوئی حرج نہ تھااور نہ ہی دین پرکوئی حرج آیا۔اگر آپ کہیں گے کہ

---

1)سورة البقرہ،آیت:106
حرج آیا ہے تو آپ اس کی دلیل دیں۔
اٹھاونواں(58)اعتراض:
ڈاکٹر شبیررقمطراز ہیں:
''رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے تشریف لائے صفیں کھڑی ہوگئیں آپ امامت کیلئے کھڑے ہوگئے ،یاد آیاکہ جنبی ہیں (بیوی سے مباشرت کے بعدغسل نہیں کیا)آپ ﷺ لوٹ گئے اور غسل کیا'' (تفسیر سورة نمبر: 7آیت:87،تفہیم القرآن ، سید مودودی،بحوالہ :صحیح بخاری :روایت نمبر:264جلد:1)(اسلام کے مجرم صفحہ: 79)
قارئین ِکرام!اس صحیح حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر شبیر اپنی سوچ کا اظہار کرتے ہیکہ
''رسول اللہ (ﷺ)رہبر ِانسانیت تھے غائب دماغ نہ تھے''
ازالہ:۔
قارئین ِکرام!نبی اکرم ﷺ کا کسی چیز میں بھولنا کوئی عیب نیں ،اس لئے کہ قرآنِ کریم ذکر کرتا ہے کہ

قُلْ ِنَّمَآ أَنَا بَشَر مِّثْلُكُمْ (1)
''آ پ ﷺ فرمادیجئے کہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں ''
نبی اکرم ﷺ رہبرِ انسانیت یقینا تھے لیکن اس ک ساتھ ساتھ آپ انسان
بھی تھے اور قرآنِ کریم سے یہ بات ثابت بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام
سے بھول واقع ہوسکتی ہے ۔ اگر آپ قرآنِ کریم پڑھیں (مگر افسوس
کہ ڈاکٹر شبیرکا مطالعہ قرآن پر بھی بہت کمزور ہے)تو قرآنِ کریم
فرماتا ہے:
سَنُقْرِؤُکَ فَلَا تَنسٰی ِo لَّا مَا شَآئَ اللّٰہُ (2)
''ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ بھولیں گے نہیں ،مگر جو اللہ چاہے''
(جو اللہ چاہے گا وہ خود ہی بھلا دے گا)

---

(1)سورة الکہف،آیت:110 (2)سورة الأعلیٰ،آیت: 6,7

قارینِ کرام!اب غور کریں صحیح بخاری کی اس حدیث پر جس میں نبی
اکرم ﷺ غسل کرنا بھول گئے ۔اس میں کتنی بڑی حکمت ہے ؟اسی لئے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
''یقیناتمھارے لئے نبی اکرم ﷺ کی زندگی بہترین اُسوہ ''(1)
معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز کیلئے آئے اور اسے یاد آجائے کہ اس
پر غسل فرض ہے تو وہ غسل کرنے چلا جائے یہ ہمیں آپ ﷺ کے اُسو
سے معلوم ہوتا ہے ۔
لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھلواکر یہ مسئلہ بتا نا چاہا تھا ک اگر
کسی کے ساتھ یہ مسئلہ ہوجائے تو وہ اس کے حل کیلئے نبی اکرم کی
مبارک سیرت کو دیکھ لے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین اسوہ
لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول
انسٹھواں(59)اعتراض:
ڈاکٹرشبیررقمطراز ہیں :
''آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایاک '':جاؤ اور اس شخص کو قتل
کردو''... وہ کنویں میں نہارہا تھا حضرت علی نے اس کو باہر نکالادیکھا
کہ اس کا عضو کٹا ہوا تھا''(صحیح مسلم :بحوالہ:سیدنا أنس ،باب
برأت حرم النبی ﷺ)اس حدیث کو ذکر کرنے ک بعد مصنف لکھتا
ہے :''تحقیق کے بغیر سزا،ام ولدپر اتنا بڑا الزام اور پھر مذاق!'' (اسلام
کے مجرم صفحہ:80)
ازالہ:۔
اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ذکر فرماتے ہیں
''سیدناانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :ایک شخص پر لوگ تہمت
لگاتے تھے (یعنی نبی اکرم ﷺ کی ام ولد لونڈی کو)آپ ن سیدنا علی
رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اس شخص کی گردن ماردو ۔(شاید
وہ منافق ہویا کسی اور وجہ سے قتل کے لائق ہو) سیدنا علی رضی
اللہ عنہ اس کے پاس گئے ، دیکھا کہ وہ ٹھنڈک کیلئے ایک کنویں میں
غسل کررہا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ باہر
نکل ،اس نے اپنا ہاتھ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا ، انھوں نے

اسے کنویں سے باہر نکالا ،دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے ،سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا ، پھر رسول اللہ ﷺ

---

1) سورۃ الاحزاب،آیت:21

کے پاس آئے اور عرض کیا کہ وہ تو مجذوب تھا ۔ (یعنی اس کا ذکر کٹا ہوا تھا)''

قارئینِ کرام!اس حدیث کا تعلق سزا اور تحقیق کے ساتھ ہے ۔اس حدیث سے جوباتیں معلوم ہوئی ہیں اس کے نتائج قابلِ غور ہیں:

-1لوگوں نے ام ولد رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی ۔

-2اس کا حل بھی اس طرح کرنا تھا کہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہوجائے ۔

-3قتل کا حکم اس لئے دیا کہ ام ولدپر الزام بہت بڑا لگایا گیا اور اس کی روک تھا م کی جا ئے ، تاکہ بعد میں آنے والا کوئی اور ایسی جرأت نہ کرے۔

-4اگر لوگوں کی غیر موجودگی میں قتل کیا جاتا تولوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیسے ہوتا؟

-5قتل نہ کرنے میں حکمت یہ تھی ، کہ بات واضح ہوجائے کہ یہ صرف بہتان ہی ہے اس لئے کہ وہ شخص نامرد تھا ۔

قارئینِ کرام!مندرجہ بالا نکات پر غورکریں،تاکہ اس حدیث کو سمجھنے میں آسانی ہو ۔اس حدیث کو مکمل پڑھنے کے بعد لوگوں کا ذہن صاف ہوا اور یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ صرف الزام ہی تھا ۔

باقی رہا مسئلہ کہ نبی اکرم ﷺنے قتل کا حکم کیوں دیا ؟تو اس کا جواب کئی طریقوں سے دیا جاسکتا ہے۔

لیکن مختصراً عرض کرتا چلوں کہ وحی کی قسمیں قرآن کے علاوہ، بھی ثابت ہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی وحی کے ذریعے سے علم دیا گیا ہو۔جس طرح کہ سورۃ الکہف آیت :74، میں ذکر ہے کہ

''چنانچہ وہ دونوں (سیدناموسیٰ وسیدنا خضر)چل کھڑے ہوئے ،حتیٰ کہ ایک بچے کو ملے جسے خضر علیہ السلام نے مار ڈالا ۔''

یعنی خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو اللہ کے حکم سے قتل کردیا اور کوئی ظاہری وجہ قتل سے پہلے نہیں بتائی

یا پھراس کی تطبیق ہو کہ قتل کا حکم دیا جائے ،تاکہ اس جرم کی سزا،یعنی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر الزام کی سزا قتل کرنا ثابت ہوجائے اور لوگوں کے سامنے یہ بات بھی واضح ہوجائے کہ وہ شخص نامرد ہے ۔

اس کی ایک اور مثال کچھ ایسے ہے کہ اگر آپ قرآنِ کریم کی تلاوت کریں تو اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ

فَلَمَّا جَہَّزَہُم بِجَہَازِہِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ أَخِیْہِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَیَّتُہَا الْعِیْرُ إِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ(1)

''پھر انہیں ان کا سامان واسباب ٹھیک ٹھا ک کرکے دے دیا تو اپنے بھائی
کے اسباب میں ایک پیالہ رکھ دیا،پھر آواز دینے والے نے پکار کر کہا کہ تم
لوگ چور ہو ''
قارئین ِکرام!غور فرمائیں اس آیت ِمبارکہ پر اور اس کی حکمت پر کہ
یوسف علیہ السلام نے خودہی یہ پیالہ رکھدیا اور پھر اعلان بھی کروادیا
کہ تم چور ہو،حالانکہ بتایئے کہ پیالہ رکھنے والے خود یوسف علیہ السلام
ہیں اور جن کو چورباو رکروایاگیا وہ ان کے اپنے بھائی ہیں ۔ اب اگر
کوئی اعتراض کرنے والا حدیث کی طرح اس پر بھی اعتراض کرسکتا ہے۔
لیکن قرآن کریم نے واضح کردیا کہ یہ معاملہ اللہ کی طرف سے تھا
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (2)
''اسی طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی۔''
بالکل اسی طرح اللہ نے اپنے آخری پیغمبر محمد ﷺکے بار میں بھی
ارشاد فرمایا ہے کہ:
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى (3)
''آپ ﷺاپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے ،بلکہ جو کہتے ہیں اللا کی
وحی سے کہتے ہیں۔''
اس آیت کے بعد اللہ ک ے رسول کی ذات پر کسی بھی قسم کا الزام
دراصل براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذات پر الزام ہے۔اس لئے کہ اللِہ
تعالیٰ نے آپ ﷺکی ہربات اور ہر عمل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔
لہٰذا آپ ﷺپر الزام اللہٰ پر الزام
اگر آپ ﷺنے اس قتل کی حقیقت سے پردہ نہیں اٹھایا تو ہمیں اس پرد
میں جھانک کر آپ ﷺکی نبوت پر شک کرنے کی کوئی ضرورت نیں اور
نہ ہی یہ دنیا کا پہلا یا انوکھا واقعہ تھا کہ اس کو اپنی ناقص عقل کی
آزمائش کیلئے تختہ مشق بنایاجائے۔
خضر وموسیٰ علیہما السلام کے واقعہ میںبھی یہی ''بے گناہ''قتل موجود
ہے،فرق صرف یہ ہے کہ وہاں

---

1)سورہٰیوسف آیت70 (2)سورۃ یوسف آیت:76
(3)سورۃ النجم آیت:3،4

موسیٰ علیہ السلام کے سوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس راز سے
پردہ اٹھا دیا،مگر اصحابِ محمد ﷺ میں سے کسی کو اتنی جرأت نہ تھی
کہ وہ آپ ﷺ سے کسی عمل کے بارے میںسوال کریں ، اسلئے کہ و
جانتے تھے کہ آپ ﷺکا کوئی کام اپنی مرضی اور منشاسے نیں
ہوتا ،بلکہ اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ ہمیں اس معاملہ میں صرف
ایمان لانے کا حکم ہے اور ہم اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔
لہٰذاحدیث اعتراض سے پاک ہے اور جہاں تک مصنف کی بات ' تو ان
کا مسئلہ کچھ ایسا ہے کہ ان کو آج تک Spitting Snake(کوبرا کی
ایک انتہائی خطرناک قسم)نہیں ملا تو انھیں حدیث کی حکمت کیسے
مل سکتی ہے؟؟

آخر میں ڈاکٹر موصوف سے میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا صرف تنقیدی نکتہ نگاہ سے مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے آپ نے صحیح احادیث کو بھی تختہ مشق بنایا ہے ۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی بات کا انکار نبی ﷺ کی ذات ہی کا انکار ہے۔ اس لئے موصوف کے لئے ضروری ہے کہ وہ احادیث کا علم کسی باعمل عالم دین سے حاصل کریں ۔ تب ان کے ذہن کے بہت سے دریچے کھلیں گے بصورت دیگر اگر ان کا مقصد احادیث کو جھٹلانا ہی ہے تو اس طرح وہ کل قرآن مجید کو بھی جھٹلانے لگ جائیں گے ۔ کیونکہ ایسے لوگ موجود ہیںکہ جو قرآن مجید پر بھی اعتراضات کرتے ہیں اور انہوں نے اس پر باقاعدہ کتابیں تحریر کررکھی ہیں ۔ لہٰذا اگر وہ ایمان بالرسول ﷺ جذبہ سے احادیث کا مطالعہ کریں گے اور جہاں اعتراض ہو وہاں عقل سلیم کو استعمال کریں تو ان شاء اللہ انہیں راہ راست نصیب ہوجائے گی۔

وما علینا لا البلاغ المبین.

مراجع مصادر

نام کتاب	مصنّف	مطبع
1)القرآن		
2)اعلام السنن	امام خطابی	د ارالکتب العلمیة ۔بیروت
3) الاصابة	حافظ ابن حجر	بیت الافکار الدوالیة

4) المنار المنیف امام ابن قیم اعلام الکتب للنشر والتوزیع ، بیروت
5) الوضع فی الحدیث عبد الماجد الغوری دار ابن کثیر ،دمشق
6) تقریب التہذیب حافظ ابن حجر مؤ سة الرسالة ، بیروت
7) تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر دارلفکر بیروت
8) بائبل مقدس پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور
9) تفسیر عبدالرزاق امام عبدالرزاق دارالکتب العلمیة ،بیروت
10)تفسیر ابن کثیر حافظ ابن کثیر مکتبةالرّشد
11) تذکرة الموضوعات امام ابن جوزی
12) فتح الباری حافظ ابن حجر دارالسلام ریاض
13) عمدة القاری علامہ عینی حنفی
14) عون المعبود علامہ شمس الحق دیانوی
15) تحفة الاحوذی محدث عبدالرحمان مبارکپوری
16) عارضة الاحوذی علامہ ابن العربی
17) سلسلةالا حادیث الصحیحہ علامہ ناصر الدین البانی
18) النہایة فی غریب الحدیث والاثر امام ابن اثیر
19) لسان العرب امام ابن منظور
نام کتاب مصنّف

20) موطا امام مالک امام مالک بن انس
21) المفصل فی التاریخ قبل الاسلام ڈاکٹرجواد علی
22) کتاب الضعفاء للعقیلی علامہ عقیلی
23) علاج نبوی اور جدید سائنس ڈاکٹر خالد غزنوی
24) مسند ابی داؤد الطیالسی امام ابو داؤد الطیالسی
25) ضعیف ترمذی علامہ ناصر الدین البانی
26) زادالمعاد امام ابن قیم
27)الفوائد المجموعة علامہ شوکانی
28) منة المنعم صفی الرحمان مبارکپوری
29) صحیح مسلم مع شرح النووی امام نووی
30) مسند احمد امام السنة احمدبن حنبل
31) الفتح الربانی شیخ عبدالرحمان البناء
32)المنجد
33) طبقات الشافعیہ تاج الدین السبکی
34)احیاء علوم الدین ابن الجوزی
35)الکامل فی الضعفاء ابن عدی

36)صحيح مشكوة شيخ البانى

37)تاريخ ابن عساكر امام ابن عساكر

38)تاج اللغة وصحاح العربية ابو نصر اسماعيل الجوہرى

39)تاريخ الكبير امام بخارى

نام كتاب مصنّف

40)سنن دارقطنى اما م دارقطنى

41)تذكرة الحفاظ امام ذہبى

42)سير اعلام النبلاء امام ذہبى

43)تاريخ بغداد خطيب بغدادى

44)تاويل مختلف الحديث ابن قتيبة

45)الملل والنحل امام ابن حزم الاندلسى

46)الشفاء قاضى عياض

47)آئينہ پرويزيت مولانا عبدالرحمن كيلانى

48)سيرت النبى شبلى نعمانى

49) النہاية فى غريب الحديث علامہ ابن اثير الجزرى

50)القاموس المحيط علامہ مجد الدين فيروز آبادى

51)تاج العروس علامہ محمد مرتضى الزبيدى

52)الجامع لأحكام القرآن امام قرطبى

53)مجموع الفتاوى امام ابن تيميہ

54)الفقة الأكبر امام ابو حنيفہ

55)الاغانى ابو الفرج

56) الابانة الكبرى لابن بطة ابن البطہ

57)مسند حميدى امام حميدى

58) مسند أبى يعلى الموصلى امام ابو يعلى الموصلى

59) شعب الايمان للبيہقى امام بيہقى

60) مصنف عبدالرزاق امام عبدالرزاق

نام كتاب مصنّف

61)المعجم الكبير للطبرانى امام الطبرانى

62)مشكل الآثار للطحاوى للطحاوى

63)تہذيب اللغة أبو منصور الازہرى

(64 MERIT STUDENT ENCYCLOPEDIA

(65 THE BIBLE QURAN AND SCIENCE مورس بكائى

(66 SHORT PRACTICE OF SURGERY 67

(67 A SEARCH IN THE SECRET EGYPT

(68 THE MEDICAL GUIDE

(69 THE GORILLA

(70 GUINNESS WORLD RECORD 2003

(71 Britannica Encyclopedia